5

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

10 تا 16 صفر المظفر 1431ھ / 26 جنوری تا یکم فروری 2010ء

کتاب اللہ کے ساتھ ستم ظریفیاں

جو ستم ظریفیاں ہمارے بھائی مسلمان اللہ کی اس کتاب پاک کے ساتھ کرتے ہیں وہ اس قدر مضحکہ انگیز ہیں کہ اگر یہ خود کسی دوسرے معاملہ میں کسی شخص کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھیں تو اس کی ہنسی اُڑائیں بلکہ اس کو پاگل قرار دیں۔ بتائیے، اگر کوئی شخص حکیم سے نسخہ لکھوا کر لائے اور اسے کپڑے میں لپیٹ کر گلے میں باندھ لے یا اسے پانی میں گھول کر پی جائے تو اُس کو آپ کیا کہیں گے؟ کیا آپ کو اس پر ہنسی نہ آئے گی؟ اور آپ اُسے بیوقوف نہ سمجھیں گے؟ مگر سب سے بڑے حکیم نے آپ کے امراض کے لیے شفا اور رحمت کا جو بے نظیر نسخہ لکھ دیا ہے اس کے ساتھ آپ کی آنکھوں کے سامنے رات دن یہی سلوک ہو رہا ہے اور کسی کو اس پر ہنسی نہیں آتی۔ کوئی نہیں سوچتا کہ نسخہ گلے میں لٹکانے اور گھول کر پینے کی چیز نہیں بلکہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی ہدایت کے مطابق دوا استعمال کی جائے۔

اگر کوئی شخص بیمار ہو اور علمِ طب کی کوئی کتاب لے کر پڑھنے بیٹھ جائے اور یہ خیال کرے کہ محض اِس کتاب کو پڑھ لینے سے بیماری دُور ہو جائے گی تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ کیا آپ نہ کہیں گے کہ بھیجو اسے پاگل خانے میں، اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ مگر شافیٔ مطلق نے جو کتاب آپ کے امراض کا علاج کرنے کے لیے بھیجی ہے اس کے ساتھ آپ کا یہی برتاؤ ہے۔ آپ اس کو پڑھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بس اس کے پڑھ لینے سے ہی تمام امراض دُور ہو جائیں گے، اس کی ہدایت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں، نہ اُن چیزوں سے پرہیز کی ضرورت ہے جن کو یہ مضر بتا رہی ہے۔ پھر آپ خود اپنے اُوپر بھی وہی حکم کیوں نہیں لگاتے جو اس شخص پر لگاتے ہیں جو بیماری دُور کرنے کے لیے صرف علمِ طب کی کتاب پڑھ لینے کو کافی سمجھتا ہے؟

حقیقتِ اسلام
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

امیر تنظیم اسلامی کا صدر آصف زرداری کے نام کھلا خط

طالبان کی استقامت کا سبق

ضربِ توحید اور سیرت محمدیؐ کا مکی دور

کہیں مہلت ختم نہ ہو جائے

عارضی گھر سے مستقل گھر کی طرف

طالبان دشمنی کی اصل بنیادیں

ہم سب کا امتحان

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ الانفال

(آیات:17تا19)

الھدیٰ (405)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ ۖ وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبۡلِىَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡهُ بَلَاۤءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوۡهِنُ كَيۡدِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۸﴾ اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَكُمُ الۡفَتۡحُ ۚ وَاِنۡ تَنۡتَهُوۡا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ۚ وَاِنۡ تَعُوۡدُوۡا نَـعُدۡ ۚ وَلَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡكُمۡ فِئَتُكُمۡ شَيۡـًٔـا وَّلَوۡ كَثُرَتۡ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۹﴾﴾

’’تم لوگوں نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔ اور (اے محمد ﷺ) جس وقت تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ اس سے یہ غرض تھی کہ مومنوں کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح آزمالے۔ بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (بات) یہ (ہے) کہ کچھ شک نہیں کہ اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کردینے والا ہے۔ (کافرو) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فیصلہ تمہارے سامنے آگیا۔ (دیکھو) اگر تم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر (نافرمانی) کرو گے تو ہم بھی پھر (تمہیں عذاب) کریں گے۔ اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو، تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ اور اللہ تو مومنوں کے ساتھ ہے۔‘‘

ویسے تو عام حالات میں بھی فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اللہ کی مشیت کے تحت ہو رہا ہے مگر یہاں تو خاص حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہے کہ اے مسلمانو! تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُنہیں قتل کیا ہے۔ اُسی کا ارادہ انہیں قتل کرنے کا تھا۔ اسی طرح اے نبیؐ! آپؐ نے جب مٹھی سے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپؐ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں، یعنی آپؐ کی پھینکی ہوئی اُن کنکریوں کو اللہ نے پہنچایا جہاں تک جا پا سکے ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ۔ یہ اس لیے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے جوہر نکھارے، اُن کی مخفی صلاحیتوں کو اُجاگر کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

غزوۂ بدر کا نتیجہ تو ظاہر ہوگیا۔ اے قریش تم نے شکست دیکھ لی، لیکن آئندہ کے لیے بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی تمام چالوں کو ناکام بنادے گا۔ ابوجہل مکہ سے آنے والے 1000 کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اُسے اپنی بھرپور تیاری اور کثرت تعداد کی بنا پر کامیابی کا یقین تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آج کا دن ’’یوم الفرقان‘‘ ہوگا۔ پتہ چل جائے گا کہ اللہ کس کے ساتھ ہے۔ اللہ کو تو وہ بھی مانتے تھے، مگر اللہ کے ساتھ دیوی، دیوتاؤں کے بھی وہ قائل تھے۔ انہیں اپنی کامیابی کا یقین بالکل اسی طرح کا تھا جیسا کہ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بھارتیوں کا تھا، جنہوں نے ٹی وی پر کہہ دیا تھا کہ لاہور پر بھارتی فوج کا قبضہ یقینی ہے۔ ابوجہل نے یوم بدر کو یوم الفرقان کہا تو اللہ نے واقعی اس دن کو اس طور یوم الفرقان بنادیا کہ 1000 کے مسلح لشکر کو 313 نہتے مجاہدین کے ذریعے شکست دے کر یہ بات منکشف کردی کہ اللہ تو حق پرست اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ ابوجہل نے معرکہ بدر سے ایک دن قبل دعا مانگی تھی کہ اے اللہ جس نے ہمارے رحمی رشتے کاٹ دیئے ہیں کل تو اُسے ذلیل وخوار کردے۔ کفار کا تو سب سے بڑا الزام رسول اللہ پر یہ تھا کہ انہوں نے آکر ہمارے خاندانوں میں تفریق پیدا کردی ہے، بھائی کو بھائی سے جدا کردیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے ہیں۔ ماں باپ کو اولاد سے اور شوہر کو بیوی سے کاٹ دیا ہے۔ ہمارے قبیلے کی طاقت ختم کردی ہے۔ قبائلی زندگی میں اتحاد اور یک جہتی کی بڑی اہمیت ہے۔ یہی نہ رہی تو ان کی ساکھ ختم ہوگئی۔ پس ابوجہل کی دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ اُن کو بتا رہا ہے کہ اے مشرکین مکہ، اگر تم چاہتے تھے کہ فیصلہ ہوجائے تو اللہ کا فیصلہ آچکا۔ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت ہوگیا۔ اب بھی اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم پھر اعادہ کرو گے تو ہم بھی یہی کچھ دوبارہ کریں گے۔ اور تمہاری یہ تعداد اور جمعیت تمہارے کسی کام نہ آسکے گی اگرچہ وہ بہت زیادہ ہو۔ اور یہ کہ اللہ تو اہل ایمان کے ساتھ ہے۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نماز کا چھوٹ جانا

عَنۡ نَوۡفَلِ بۡنِ مُعٰوِيَةَ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((مَنۡ فَاتَتۡهُ صَلٰوةٌ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهۡلَهٗ وَمَالَهٗ)) (رواہ احمد)

’’نوفل بن معاویہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ’’جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال ودولت سب چھین لیا گیا ہو۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا صدر آصف علی زرداری کے نام کھلا خط

عزت مآب جناب صدر مملکت آصف علی زرداری صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ ربّ العزت سے آپ کی خیریت وعافیت اور ہدایت کا طالب ہوں۔

صدر محترم! آج اگرچہ پاکستان گوناگوں مسائل اور اندرونی و بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے، لیکن میں اِس وقت آپ کی توجہ صرف ایک ایسے مسئلے کی طرف مبذول کراؤں گا جس سے بہت زیادہ جانی نقصان بھی ہو رہا ہے اور وہ دوسرے بہت سے مسائل کو جنم بھی دے رہا ہے۔ میرے نزدیک قبائلی علاقوں پر امریکی ڈرون حملے پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کے لیے سنگین ترین خطرہ بن چکے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ پاکستان کی حکومت جب روایتی سطح پر اِن حملوں کی مذمت کرتی ہے تو امریکی حکام واشگاف اعلان کرتے ہیں کہ قبائلی علاقوں پر ڈرون حملے حکومتِ پاکستان کی رضامندی بلکہ حمایت سے کیے جاتے ہیں۔ اس پر ہر غیرت مند پاکستانی کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ صدر محترم! اگر امریکی الزام درست ہے تو اِسے بدترین منافقت کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ حکومتِ پاکستان کے پاس اپنی ہی رعایا کے یوں قتلِ عام کا کیا جواز ہے؟ اگرچہ علماء کرام خودکش حملوں کو حرام قرار دے چکے ہیں، لیکن جب ڈرون حملوں سے آپ کسی گھرانے کے دس میں سے آٹھ افراد شہید کر دیں گے تو گویا بقیہ دو افراد کو آپ خود اِس حرام کام کی طرف دھکیلتے ہیں۔ صدر محترم! اگر آپ اجازت دیں اور ہمارا نام نہاد آزاد میڈیا جرأت کرے تو اِن ڈرون حملوں کے نتیجہ میں جو انسانی جسموں کے چیتھڑے فضا میں اُڑتے ہیں، لوگوں کے مکان ملبہ کے ڈھیر بنتے ہیں اور ورثا اپنے پیاروں کے جسموں کے ٹکڑے جگہ جگہ سے اکٹھے کر کے کپڑے کی گٹھڑی کی طرح باندھتے ہیں وہ بھی ٹیلی ویژن پر دکھائے جائیں تاکہ اُس کا نظارہ بھی ہمارے شہری عوام کر سکیں جنہیں دن رات تصویر کا صرف ایک رخ دکھا کر گمراہ کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہمارے ایئر چیف نے واضح اعلان کیا تھا کہ ڈرون کو گرانا ہمارے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔

صدر محترم! کیا ہم بھول گئے کہ اِن قبائلیوں نے قیام پاکستان میں کیسا رول ادا کیا تھا۔ کیا ہم بھول گئے کہ اگر یہ قبائلی جرأت وہمت اور بہادری کا مظاہرہ نہ کرتے تو آزاد کشمیر نام کا کوئی خطہ وجود میں نہ آ سکتا تھا اور ہماری سیاسی قیادت سفارتی سطح پر حماقتِ عظمیٰ کا مظاہرہ نہ کرتی تو یہ قبائلی مکمل کشمیر ہمارے جھولی میں ڈال چکے ہوتے۔ صدر محترم! آپ کو اگر اِن قبائلیوں کی پاکستانیت قبول نہیں، آپ کو ان کا اسلام قبول نہیں، تب بھی انہیں بطور انسان تو جینے کا حق دیں۔ یہ بھی گوشت پوست کے بنے ہوئے ہیں۔ اِن کے گھروں میں بھی عورتیں اور معصوم بچے ہوتے ہیں۔ یہ بھی خدا کی زمین پر جینے کا حق رکھتے ہیں۔ حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ بلوچ ہوتے ہوئے بھی قبائلیوں کی غیرت وحمیت سے آشنا نہیں یہ کبھی کسی سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتے۔ خدارا ذرا تاریخ پر نگاہ ڈالیں، جس انگریز کی سلطنت میں سورج

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — شمارہ 05
10 تا 16 صفر المظفر 1431ھ
26 جنوری تا یکم فروری 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔ 54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

غروب نہیں ہوتا تھا وہ انہیں جھکا نہ سکا، سوویت یونین جیسی سپر قوت اِن کے ہاتھوں شکست و ریخت سے دوچار ہوئی۔ قائداعظم نے ایک مدبر کی حیثیت سے قبائلیوں کی فطرت اور اُن کے طرزِ زندگی کو سمجھتے ہوئے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کبھی یہاں فوج نہیں بھیجے گا لیکن عقل کے دشمن ایک ناعاقبت اندیش فوجی آمر نے امریکی مفادات کی خاطر یہاں فوج بھیج کر وعدہ شکنی کی۔ مجھے یہ فکر نہیں کہ قبائلیوں کا کیا بنے گا، کیونکہ وہ قصہ زمین برسرِ زمین چکانا جانتے ہیں۔ میری اصل تشویش یہ ہے کہ اِس پرائی آگ میں اگر ہم اپنے فوجی جھونکتے رہے تو میرے پیارے پاکستان کی سلامتی کی ضمانت کون دے گا! علاوہ ازیں ایک مسلمان کی حیثیت سے دوسرے مسلمان کی آخرت کا فکر کرنا بھی میرا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ سوچتا ہوں کہ روزِ قیامت جب اللہ کے حضور آپ اس حال میں پیش ہوں گے کہ آپ کی آستینوں سے مسلمان بھائیوں کا خون ٹپک رہا ہوگا تو اِس کی آپ کیا وضاحت پیش کریں گے؟ کیا جواب دیں گے آپ اُس استغاثہ کا جو بوڑھا قبائلی جوان بیٹے کی لاش دونوں بازوؤں میں تھامے آپ کے خلاف اللہ کے حضور دائر کرے گا؟ کیا ہوگا۔ آپ کے پاس اُن سہاگنوں کو دینے کے لیے جن کی مانگ ڈرون حملوں سے اجڑ گئی؟ آپ کس طرح سامنا کریں گے۔ اُن فریادی ماؤں کا جن کے معصوم ننھے منے بچے ڈرون حملوں کا نشانہ بن کر دنیا میں بن کھلے کلیوں کی طرح مرجھا گئے؟ احمقِ مطلق ہوگا وہ شخص جو یہ سوچے کہ ان نالہ و فریاد کا جواب دربارِ خداوندی سے نہیں آئے گا۔ اللہ کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔

صدر محترم! اِس سے پہلے کہ واقعتاً دیر ہو جائے اور اس سے پہلے کہ پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہ بچے اور اِس سے پہلے کے اعمال نامے بند کر دیئے جائیں اور اِس سے پہلے کہ دل کی دھڑکن بند ہو جائے اور اِس سے پہلے کہ صور میں پھونک دیا جائے۔ امریکہ سے کہہ دیا جائے کہ تم جانو اور تمہارے جنگی عزائم ہم کسی مسلمان (چاہے پاکستانی ہو یا افغانی) کے قتل کا ذریعہ یا واسطہ نہیں بنیں گے۔ میں امید بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ بلوچ غیرت و حمیت بالآخر جوش مارے گی اور امریکہ سے کہہ دیا جائے گا Enough is enough مزید نہیں چلے گا، وگرنہ پاکستان کو ڈرون جہازوں کا قبرستان بنا دیں گے۔ صدر محترم! آپ یہ مؤقف اختیار کیجئے! یقین کیجئے یہ قوم آپ کے شانہ بشانہ ہوگی۔ وگرنہ یاد رکھیے، بُرا وقت آنے پر امریکہ اپنے کارندوں کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ!

آپ کا مخلص
حافظ عاکف سعید
امیر تنظیم اسلامی

پریس ریلیز

مرکزی تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں مجلسِ مشاورت اسلامی کا ماہانہ اجتماع

امریکی ایئرپورٹس پر تلاشی کے بارے میں ارکان سینٹ کی برہمی کو ہم دیر آید درست آید قرار دیتے ہیں

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے امریکی ایئرپورٹس پر تلاشی کے بارے میں ارکان سینٹ کی برہمی کو دیر آید درست آید قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس بارے میں محض امریکی سفیر کو بلا کر احتجاج ریکارڈ کیا جانا کافی نہیں بلکہ حکمرانوں سمیت تمام پاکستانی شہریوں کو امریکہ کا بائیکاٹ کرتے ہوئے وہاں کے ہر قسم کے دوروں کو اس وقت تک منسوخ کر دینا چاہیے جب تک امریکہ تلاشی کے اس عمل کو ختم نہیں کرتا۔ ہمارے حکمرانوں کی غلامانہ ذہنیت کا یہ حال ہے کہ امریکی سفارتی اہل کاروں کی مشکوک سرگرمیوں پر جب ہمارے قانون نافذ کرنے والے ادارے اپنی گرفت میں لاتے ہیں تو حکمرانوں کے حکم پر انھیں رہا کر دیا جاتا ہے۔ یہ اسی غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد اتحاد میں پاکستان کے فرنٹ اسٹیٹ ہونے کے باوجود اس کے شہریوں کے ساتھ امریکی ایرپورٹس پر شرمناک سلوک روا رکھا جا رہا ہے جب تک ہم اس نام نہاد اتحاد سے الگ نہیں ہو جاتے' تباہی و بربادی اور ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنی رہے گی۔ (15 جنوری 2010ء)

مجلس مشاورت اسلامی کا ماہانہ اجتماع تنظیم اسلامی کے مرکز گڑھی شاہو میں منعقد ہوا جس میں ناروے میں شائع ہونے والے خاکوں پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ جماعت اسلامی' تنظیم اسلامی' جماعۃ الدعوۃ اور دیگر جماعتوں کے نمائندگان نے مشترکہ طور پر مطالبہ کیا کہ جن ممالک نے حضور ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کیے ہیں ان سے سفارتی تعلقات منقطع کیے جائیں' ان کے تجارتی مال کا بائیکاٹ کیا جائے اور ان سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنی انتہائی نازیبا حرکت پر اُمت مسلمہ سے معافی طلب کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اُمت مسلمہ نے عوامی سطح پر کسی ردِعمل کا اظہار کیا تو اس سے کشیدگی اور تناؤ پیدا ہوگا جس سے ان ممالک سے تعلقات ناقابل اصلاح حد تک بگڑ جائیں گے۔ (18 جنوری 2010ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

طالبان کی استقامت کا سبق؟

''کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اُس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت اُن پر گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور آج اُن میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟''

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 15 جنوری 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾﴾ (الحدید)

''کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اُس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت اُن پر گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور آج اُن میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟''

یہ آیت سورۃ الحدید کی ہے، جو مدنی سورت ہے۔ مدنی سورتوں کا وہ حصہ جو سورۃ الحدید سے سورۃ التحریم تک 10 سورتوں پر مشتمل ہے، ان میں خطاب مسلمانوں سے ہے۔ اضافی طور پر ان میں مسلمانوں کو ذرا جھنجھوڑا گیا ہے۔ اس لیے کہ ایک تو مکی دور تھا، جس میں کلمہ پڑھنے والے شخص کو ہر قسم کے خطرات، صعوبتوں اور سخت آزمائشوں کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا، اور عملاً آزمائشیں آتی بھی تھیں۔ طاغوتی نظام کا شکنجہ بڑا مضبوط تھا، لہٰذا ایمان لانا خاصا مشکل بنا دیا گیا تھا۔ البتہ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو صورتحال بالکل برعکس ہو گئی۔ اس لیے کہ یہاں کے دونوں مقامی قبائل اوس اور خزرج آپؐ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔ اب ایسے ماحول میں جبکہ پورا پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا، ایک فرد کے لیے ایمان لانا بہت آسان تھا۔ لیکن وہاں پر کچھ کچے پکے مسلمان بھی تھے۔ اسی لیے تو منافقت کا پودا بھی پروان چڑھا۔ تو ایسے لوگوں کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ کیا تمہارے دلوں کے یادِ الٰہی کی طرف مائل ہونے کا وقت نہیں آیا۔ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو، مگر عملاً تمہارا ایمان اللہ پر نہیں، دنیاوی قوتوں اور اسباب پر ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ یہود بہت اثر و رسوخ والے ہیں، دولت مند اور صاحب حیثیت ہیں۔ تم اُن کی بات کو زیادہ اذن دیتے ہو۔ اگر یہی سوچ ہے تو ایمان کا ہے کا ہے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں ایمان کی لازوال دولت موروثی طور پر ہاتھ آ گئی ہے، مگر ہمیں اس کی قدر نہیں۔ ایمان کے عملی تقاضے کیا ہیں، ان کی ہمیں چنداں پروا نہیں۔ ہم قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں، مگر اس کے حقوق کی ادائیگی کی ذرا فکر نہیں۔ اس کی تلاوت، اس کا فہم، اس کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اس کے مطابق اولاد کی تربیت کرنے سے یکسر غافل ہیں۔ ہم نے اس کا یہی حق سمجھا ہے کہ اسے ریشمی غلاف میں لپیٹ کر طاق میں رکھ دیا ہے، حالانکہ یہ تو ہماری زندگی کے ایک ایک لمحہ کے لیے رہنمائی ہے۔ یہ میرے اور آپ کے نام اللہ رب العزت کا آخری پیغام ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے پاس اس پیغام کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے وقت نہیں، ہاں اس کے علاوہ دنیا کے تمام کاموں کے لیے ہمارے پاس وقت ہے۔ اسی طرح ہمیں دعویٰ تو ایمان کا ہے، مگر ہمارا سارا توکل و اعتماد وسائل و اسباب اور دنیوی طاقتوں پر ہے۔ ہم مسبب الاسباب کو فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ ہم زبان سے تو اللہ کو مانتے ہیں، مگر قومی سطح پر ہم نے واشنگٹن کو اپنا قبلہ اور امریکہ کو اپنا ''رب'' بنا رکھا ہے۔ اُس کی ڈکٹیشن کی بلا چون چراں تعمیل کرتے ہیں۔ اگر کہیں کوئی کوتاہی ہو جائے تو فوراً وہاں سے سرزنش آ جاتی ہے کہ تم نے تو ہمیں رب مانا ہے، پھر فلاں کام کیوں نہیں کیا۔ تم ڈبل مائنڈڈ کیوں ہو رہے ہو۔ طالبان کے معاملے میں یکسو کیوں نہیں ہوتے۔ امریکی ہمیں سمجھانے آتے ہیں کہ طالبانِ افغانستان کے بارے میں تمہاری پالیسی نرم ہے، اسے سخت کرو۔ یہ جان لو کہ جیسے ہم نے طالبان پاکستان کو تمہارا دشمن ثابت کر دیا ہے، اسی طرح طالبانِ افغانستان بھی تمہارے دشمن ہیں۔ وہ ہمیں کہتے ہیں کہ وزیرستان میں فوجی آپریشن اور طالبان کو دشمن مان کر تم نے پہلی گولی نگل لی ہے، اب دوسری گولی بھی نگلو، ورنہ ہم تم پر رزق کے دروازے بند کر دیں گے، تمہیں خیرات نہیں ملے گی۔

یہ ہے ہمارے ایمان کا حال۔ یعنی جو کیفیت کل منافقین کی تھی، آج ہم بحیثیت قوم اُسی سطح پر کھڑے ہیں۔ ہم نے امریکہ کو اپنا آقا اور ''رب'' مانا، اُس کی غلامی کو شعار بنایا، حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ امریکہ ہمارا بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ذرا سوچیے، اس وقت پاکستان کو کمزور کون کر رہا ہے؟ کون ہے جو پاکستان میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے؟ کون ہے جو پاک فوج اور عوام کے درمیان نفرت کی خلیج حائل کرنا چاہتا ہے؟ کون ہے جو ایک صوبے کے عوام کو دوسرے صوبے سے لڑانا اور پاکستان کے حصے بخرے کرنا چاہتا ہے؟ کون ہے جو پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کر کے اسے انڈیا کی ایک تابع مہمل ریاست بنانا چاہتا ہے؟ کون نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ امریکہ کر رہا ہے۔ یہ تو اندھوں کو بھی نظر آ رہا ہے۔ ہاں، اسلام آباد کے ''عقابوں'' کو نظر نہ آئے تو اور بات ہے۔

دوسری حقیقت جو آج سے چند سال پہلے اتنی واضح نہ تھی، مگر اب روزِ روشن کی طرح اللہ نے ہمارے سامنے عیاں کر دی ہے، وہ یہ ہے کہ فتح و کامرانی بالآخر انہی

لوگوں کا مقدر ہوتی ہے، جو اسباب و وسائل سے بے پروا ہو کر محض اللہ کے بھروسے پر باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔ کافر اور مومن میں فرق بھی ہے کہ۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھا دیا کہ طالبانِ افغانستان نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ حالانکہ اُن کے پاس کوئی اسلحہ و ساز و سامان تھا نہ اُن کے ساتھ دنیا کی کوئی قوت تھی۔ برادر اسلامی ملک بھی اُن کے خلاف تھے، مگر جب انہوں نے اللہ پر کامل اعتماد اور اُس کی نصرت کے سہارے استقامت دکھائی تو آج سرخرو ہوئے ہیں۔ اب ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ امریکی اور نیٹو فورسز افغانستان میں ناکام ہو چکی ہیں۔ بلاشبہ یہ اس دور کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ دنیا بھر کی افواج اور جدید ترین جنگی ٹیکنالوجی کے سامنے آٹھ سال تک ڈٹے رہنا، اور امریکیوں کے چھکے چھڑانا، یہ اپنی مثال آپ ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے سامنے اتنا عظیم معجزہ ہو گیا ہے، مگر ہمیں اس کی اہمیت کا احساس ہی نہیں۔ ہم اس سے سبق حاصل کرنے کو تیار نہیں۔ ہمارا میڈیا بھی اور ہی باتوں کو ہائی لائٹ کرتا ہے، طالبان کی اس استقامت، کامیاب مزاحمت اور اس میں امت کے لیے پنہاں سبق کو نمایاں نہیں کرتا۔ ہاں، چند کالم نگار ضرور ایسے ہیں جو اس قحط الرجال کے دور میں بھی ان حقائق کو بیان کر رہے ہیں۔ ایک کالم نگار نے بجا طور پر یہ کہا ہے کہ اگرچہ کل بھی ہمارے افغانی مسلمان بھائیوں نے روس کے خلاف فتح حاصل کی تھی، مگر تب اُن کی پشت پر پاکستان تھا۔ ہماری آئی ایس آئی افغان جہاد کی پوری پلاننگ کر رہی تھی۔ پھر یہ کہ امریکہ بھی مجاہدین کی اسلحی، مادی اور تکنیکی سپورٹ کر رہا تھا۔ لیکن آج طالبان جس فتح کی طرف گامزن ہیں، وہ صرف اُن کی بے مثال استقامت اور اللہ پر توکل کی مرہونِ منت ہے۔ طالبان تنہا، محض اللہ کی نصرت کے سہارے امریکہ اور اتحادیوں پر کاری ضربیں لگا رہے ہیں۔ ماضی کے برعکس آج دنیا کی کوئی طاقت اُن کے ساتھ نہیں ہے۔ اُن کا پڑوسی پاکستان، جو کل افغان مجاہدین کا حامی تھا، آج طالبان دشمن امریکہ اور اتحادیوں کے کیمپ میں کھڑا ہے۔ بلکہ اپنے نان نیٹو اتحادی ہونے پر فخر کر رہا ہے، مگر اس کے باوجود طالبان پر عزم ہیں۔ انہوں نے امریکہ کے خلاف سٹینڈ لیا ہوا ہے۔ اُن کے قدم پیچھے ہٹے، نہ انہوں نے شکست تسلیم کی۔ کیا اتنا بڑا معجزہ سامنے آ جانے کے باوجود بھی ہم اللہ کی نصرت پر یقین کرنے اور اس کے آگے جھکنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ پھر بھی ہم مادی پیمانوں کا حساب کرتے ہوئے امریکہ کو سب سے بڑی قوت تسلیم کریں گے۔ اور یہ خیال کریں گے کہ ہماری اُس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ یہ ذہنیت دراصل اللہ کی ناشکری کی انتہا ہے۔ غور کیجئے، اللہ نے ہم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ صلاحیت نہ ہونے کے باوجود ہمیں ایٹمی صلاحیت سے نواز دیا۔ صلاحیت نہ ہونے کی بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایٹمی صلاحیت دنیا کے صرف اُن چند ممالک کو حاصل ہے جو اس وقت سائنس و ٹیکنالوجی میں پوری دنیا کی قیادت کر رہے ہیں۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ سائنسی تحقیق کے باب میں ہمارا شمار پست ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں تعلیمی اداروں میں تعلیم اور ریسرچ کا کوئی معیار ہی نہیں۔ ہماری اس حالت کے باوجود اللہ کی طرف سے ہمیں ایٹمی صلاحیت کا عطا کیا جانا ہم پر اُس کا بے پایاں فضل اور احسان ہے۔ مگر ہم پر خوئے غلامی غالب ہے۔ ہم اللہ کے اس عظیم احسان اور اُس کے نتیجے میں ایٹمی قوت کے حامل ہوتے ہوئے بھی ہم اللہ کو چھوڑ کر امریکہ کی غلامی کر رہے ہیں۔ اللہ سے بے وفائی اور امریکہ سے ”وفاداری“ نبھا رہے ہیں۔ ہم پہلے تو امریکہ کی کسی ڈکٹیشن پر ذرا بھی مزاحمت نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو امریکی عہدیداروں کی آمد شروع ہو جاتی ہے، اور وہ ہمارا قبلہ دوبارہ واشنگٹن کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ وہ ہمیں بلیک میل کرتے ہیں کہ خبردار یہی ایک راستہ ہے جس پر تمہیں چلنا ہے۔ اس سے سرمو انحراف نہ کرنا، ورنہ تمہارا ناطقہ بند کر دیں گے۔

اس بات میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے کہ طالبانِ افغانستان جن کے پاس اسباب و وسائل کے حوالے سے کچھ بھی نہیں تھا، مگر وہ بے سرو سامانی کے باوجود اللہ پر کامل بھروسہ، جذبہ ایمانی اور شوقِ شہادت سے امریکہ اور صلیبیوں کے مقابل ڈٹ گئے، اور بے مثال استقامت کا مظاہرہ کیا، تو آج فتح و کامرانی اُن کے قدم چومنے کو بے تاب ہے۔ اس کے برعکس معاملہ ہمارا تھا کہ تورا بورا بننے کے اندیشہ سے طالبان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا۔ لیکن آج ہم ہر شخص کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ ہم عملاً تورا بورا بن گئے ہیں۔ ہمارے دریا چناب اور جہلم انڈیا کی آبی دہشت گردی سے خشک ہو چکے ہیں۔ ہماری معیشت جو پہلے ہی تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی، اب اور بھی دگرگوں ہے۔ دسمبر 2009ء میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خاتمے کا مژدہ سنایا گیا تھا، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ حالات میں بہتری کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ اس وقت دنیا میں جگہ جگہ پاکستان کی داخلی صورتحال کے حوالے سے سیمینار ہو رہے ہیں، جن میں ایک ہی بات کہی جا رہی ہے کہ پاکستان اپنی تاریخ کے بدترین اور حد درجہ تشویشناک دور سے گزر رہا ہے۔ اس کی خودمختاری تو پہلے ہی ختم ہو چکی ہے۔ اب اُس کی بقا و سالمیت کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ کی تمام تر غلامی کے باوجود ہم بحیثیت قوم تباہی کے گڑھے میں گرنے کو ہیں۔ اگر اب بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں تو پھر ہماری عقلوں کا ماتم کیا جانا چاہیے۔ طالبان کی کامیاب مزاحمت نے صبح کے بے عیب اجالے کی طرح اس حقیقت کو اہلِ دنیا کے سامنے آشکارا کر دیا ہے کہ کائنات کی اصل اور حقیقی قوت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ جس کے ساتھ ہو اس کو تمام قوتیں مل کر بھی شکست نہیں دے سکتیں۔ اللہ کا فیصلہ ہے: ”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر اللہ ہی تمہیں رسوا کرے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کرے“ (آل عمران: 120) طالبان کے خلاف نہ صرف عالمِ کفر اکٹھا ہو گیا تھا، بلکہ اس اتحاد میں پورا عالمِ اسلام بھی امریکہ کے ساتھ تھا۔ سب سے بڑھ کر ہمارا ملک پاکستان تھا، جس نے امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کی۔ طالبان تو پہلے ہی تباہ حال تھے۔ وہ تو پہلے ہی پتھر کے زمانے تک پہنچے ہوئے تھے۔ نائن الیون سے بہت پہلے اولاً روسی یلغار کے نتیجے میں افغانستان کی سرزمین تاراج ہوئی۔ بعد ازاں مجاہدین کی باہمی کشمکش اور جنگ و جدل سے اسے تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا جب طالبان برسرِ اقتدار آئے تو اُن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر یہ کہ اُن پر پابندیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں خود دو مرتبہ طالبان دور میں اُن کے پاس گیا اور اُن کے حالات دیکھے۔ وہ وسائل کی تمام تر کمزوریوں کے باوجود امریکہ کے مدمقابل کھڑے ہو گئے۔ ٹھیک ہے، وہاں پہلے سے زیادہ فقر اور افلاس آیا، اور آج انہیں وہ سہولیات حاصل نہیں کہ صبح سے شام تک ڈش لگا کر بیٹھے رہیں اور چینل بدلتے رہیں، لیکن وہ بھوکے تو نہیں مرے۔ آج ہمارا کیا حال ہے؟ امریکہ کی غلامی قبول کر کے اور اُس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے باوجود تورا بورا بن گئے ہیں۔ آج پورے ملک پر خوف اور بھوک کا عذاب مسلط ہے۔ اور یہ وہ عذاب ہے جو اللہ کی ناشکری کرنے والوں پر آیا کرتا ہے۔ (بحوالہ سورۃ النحل آیت: 112)

ہماری ناشکری اور جرائم کی پاداش میں اس سے پہلے آٹھ سال تک ایک جابر آمر ہم پر مسلط رہا۔ اس وقت تو لوگ بھی کہتے تھے کہ یہ آمر زبردستی کرسی اقتدار پر آ کر بیٹھ گیا ہے اور قوم پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ لیکن اب تو آپ کے ووٹوں سے منتخب ہونے والی عوامی حکومت ہے

اور بھاری اکثریت سے منتخب ہونے والے صدر آصف علی زرداری ایوانِ صدر میں براجمان ہیں۔ مگر کیا حالات جوں کے توں بلکہ اُس سے بھی بدتر نہیں ہیں۔ یہ لوگ تو پرویز مشرف سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ مقامِ غور ہے کہ کیا یہ صورتحال اللہ کے عذاب کی مظہر نہیں ہے۔ کیا یہ ہمارے اسلام کے نظامِ زندگی کی طرف پلٹنے کا وقت نہیں ہے۔ کیا وقت نہیں آگیا کہ ہم اپنی موجودہ روش سے باز آجائیں، اپنے گناہوں اور جرائم پر اللہ کی جناب میں سچی توبہ کریں، اُس کے سامنے جھک جائیں، اُس کے سامنے گڑگڑائیں۔ کیا یہ زبوں حالی بھی ہمارے دلوں کو اللہ کی یاد کی طرف مائل نہیں کرتی۔ آج ہماری جو حالت ہے اس پر ہر دردمند شہری پریشان ہے، حالانکہ یہ تو یہاں کی عارضی زندگی کا مسئلہ ہے۔ اصل تباہی اور نقصان یہ ہے کہ اگر ہم نے یہی روش اپنائے رکھی اور توبہ نہ کی تو آخرت میں بدترین انجام سے دوچار نہ ہوجائیں گے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔ ہمیں چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے کہ اُس نے ہمیں موروثی طور پر ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی، اُس نے ہمیں ایک آزاد اور خودمختار خطہ ارضی عنایت کیا، اُس نے ہمیں ایٹمی صلاحیت سے نوازا، مگر بجائے شکر کے ہم اور جری ہوگئے۔ ہم نے کفرانِ نعمت کا شیوہ اپنایا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفطار میں فرمایا: "اے انسان تجھ کو اپنے ربّ کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟" (آیت:6)

دراصل ہمارا ازلی دشمن شیطان ہمیں اللہ کی شانِ غفاری کے حوالے سے ہمیں سرکشی پر ابھارتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب اللہ غفور رحیم ہے تو پھر گناہوں کے انجام سے کیا ڈرنا۔ سرکشی اور معصیت کے راستے پر چلتے جاؤ۔ وہ معاف فرمادے گا۔ یہی وہ سوچ ہے جس کی بنا پر پاکستان کو لاحق خطرات کو دیکھ کر بھی ہم اللہ کی طرف رجوع کرنے پر آمادہ نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم پر اللہ کی پہلے بھی عنایات رہی ہیں، وہ اب بھی اس ملک کو بچائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بچانے والی ذات وہی ہے۔ لیکن یہ بچاؤ اُس کے دامن سے چمٹنے سے ہوگا، ہمیں اپنا قبلہ سیدھا کرنا ہوگا۔ انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعیت میں اُس کے نظامِ زندگی کو اپنانا ہوگا۔ اللہ نے ہمیں آزادی کی دولت اور ایٹمی صلاحیت سے نوازا ہے تو اس احسان کا تقاضا ہے کہ ہم اُس کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ لوگوں کو زمین میں اقتدار دیتا ہے، تاکہ دیکھے کہ اُس کے بندے کیا عمل کرتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں یہ ملک دیا مگر آزادی بالخصوص نائن الیون کے بعد ہم نے جو عمل کیے وہ سراسر ندامت اور پشیمانی والے ہیں۔ ہم نے اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا اور یوں ربِ ذوالجلال کو ناراض کر بیٹھے ہیں۔ کون نہیں جانتا یہ اسلام اور عیسائیت کی جنگ ہے۔ خود امریکی صدر بش نے اس جنگ کو "کروسیڈ" قرار دیا تھا۔ کیا یہ معمولی جرم ہے کہ ہم نے اس کروسیڈ میں امریکہ کا اتحادی بن کر اپنا وزن عالمِ کفر کے پلڑے میں ڈالا۔ ذرا سوچئے، جب ہم نے اسلامی حکومت کے مقابلے میں عالمِ کفر کی حمایت کی تو پھر اللہ کی نگاہ میں ہماری کیا حیثیت ہوگی۔ پھر ہم پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا یا ہم اُس کی طرف سے لعنت کے مستحق ٹھہریں گے۔ یاد رکھئے، اگر ہمارے یہی لچھن رہے، ہم شیطان اور شیطانی قوتوں سے وفاداری اور اللہ کے دین سے غداری کرتے رہے، اغیار کی سازشوں کو ضربِ توحید سے توڑنے کی کوشش نہ کی تو پھر خاکم بدہن یہ ملک ٹوٹ سکتا ہے۔ کیا 1971ء میں ہمارے جرائم کی پاداش میں ملک دولخت نہیں ہوگیا۔ کیا مشرقی پاکستان ہمارا حصہ نہیں تھا، جو الگ ہوکر بنگلہ دیش بن گیا۔ ہمیں اللہ کے عذاب سے نچنت نہیں ہونا چاہیے۔

نہ جا اُس کے تحمّل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اُس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اُس کا

یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ ملک میں تباہی کے تمام اسباب جمع ہوں، صوبائی اور لسانی عصبیتیں بے لگام ہورہی ہوں، بلوچوں کی وفاق سے نفرت اس درجے پہنچ چکی ہو کہ آپ بلوچستان میں پاکستان کا جھنڈا نہ لہرا سکیں، قبائلی علاقوں میں ہونے والے امریکی ڈرون حملوں اور فوجی آپریشن سے ملک کی چولیں ہل رہی ہوں اور آپ خوش فہمی کی امید لگائے بیٹھے ہوں اور حالات کا ڈراؤنا منظر دیکھ کر بھی اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں۔ یاد رکھئے، دشمن ہمیں مٹا دینا چاہتا ہے۔ ہمیں بچانے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ صرف اور صرف اُسی پر بھروسہ کیجئے۔ وہ ہمیں ضرور بچائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اُس کے وفادار بنیں، اُس کے دیئے گئے ضابطہ حیات کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کا دستور بنائیں۔ قرآن دوٹوک انداز میں کہتا ہے کہ اللہ تمہاری مدد کرے گا مگر شرط یہ ہے کہ تم بھی اُس کی مدد کرو۔ (بحوالہ سورۃ محمدؐ:7)

اے اہلِ پاکستان اللہ نے تمہیں جو دھرتی عطا کی ہے، اس میں رب کے قانون کو نافذ کرو۔ اُس کی شریعت کو قائم کرو۔ پھر دیکھنا اللہ کی مدد کیسے آتی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان پر مسلط سیاسی ٹولے نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ ہم نے شریعت کو نافذ نہیں کرنا۔ شریعت کے لیے جو بھی آواز اُٹھائے گا ہم اُسے نشانِ عبرت بنا دیں گے۔ جہاں تک اللہ کی مدد کی بات ہے، ان لوگوں کا طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ انہیں نصرتِ خداوندی پر یقین نہیں۔ وہ مادی اسباب پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کے سامنے طالبان نے اللہ پر بھروسے اور اُس کی نصرت کے سہارے امریکہ اور اتحادیوں کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر دیا ہے۔ طالبان کی یہ کامیاب مزاحمت اس دور کا معجزہ ہے۔ انہوں نے پوری دنیا پر ثابت کر دیا کہ کائنات کی اصل طاقت صرف اللہ ہے۔ طالبان کی اس بے مثال ثابت قدمی سے دنیا بھر کے لوگ متاثر ہوکر اسلام کی طرف رجوع کر رہے ہیں، مگر ہم آنکھیں کھولنے کو تیار نہیں۔ ہم اللہ کے سامنے گڑگڑانے پر آمادہ نہیں۔ اُس کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ ہماری ساری دلچسپی دنیا کی زیب و زینت سے ہے۔ یہاں ہمیں آسائشیں مل جائیں۔ یہاں کی ہمیں عزت حاصل ہو جائے۔ ہمارا آخرت پر یقین ہی نہیں۔ صرف عقیدت کی ایک پوٹلی ہے جو دماغ کے ایک کونے میں کہیں رکھی ہوئی ہے۔ یہی بے یقینی اور دنیا پرستی ہمیں ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے سے روکتی ہے۔ حالانکہ دنیا کی یہ حیات ناپائیدار تو محض کھیل تماشا ہے۔ سورۃ الحدید کی آیت 20 میں ہمیں یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ:

(ترجمہ) "خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور (ظاہری) ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشتکار خوش ہوگئے۔ پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہوگئی۔ پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔"

اور اگلی آیت میں ہمیں اصل زندگی کی کامیابی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے توبہ و استغفار کی تلقین کی گئی ہے۔ فرمایا:

(ترجمہ) "دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے، جو مہیا کی گئی ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) [مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

ضربِ توحید اور سیرتِ محمدی ﷺ کا مکی دور

مدثر رشید

دین کا کام کرنے والی جماعتوں کے لئے سیرت محمدی ﷺ کی جو اہمیت ہے، اس سے کوئی بھی جماعت انکار نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک ہی ماخذ سے سیرت کے مطالعہ کے باوجود، جماعتوں میں طریقہ کار کا اختلاف موجود ہے۔ ایک بات جس میں کافی ابہام پایا جاتا ہے، سیرتِ محمدی ﷺ کی مکی اور مدنی ادوار میں تقسیم ہے۔ اس تقسیم کی، جو اپنی جگہ ایک حقیقت ہے، حکمتوں کو سمجھنا ہر دور میں دین کا کام کرنے والی جماعتوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ مکی دور میں صبر محض (Passive Resistance) کے برعکس مدنی دور میں اقدام و تصادم (Active Resistance & Conflict) کی جو واضح تبدیلی لائحہ عمل میں نظر آتی ہے اس پر تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ لیکن ہر دور میں دین کا کام کرنے میں جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں، ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے اگر راہنمائی حاصل ہو سکتی ہے تو وہ سیرت محمدی ﷺ ہی ہے، کہ فرمان الٰہی ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:15) کے مصداق سرچشمۂ ہدایت سراسر یہی ہے۔ سیرت کے دو ادوار میں پہلا دور اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں اس عظیم انقلاب کی بنیادیں رکھی گئیں جس نے آگے جا کر پورے کرۂ ارض کو ہلا کر رکھ دیا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے اس امر کا سمجھنا نہایت دشوار اور بعید از قیاس ہے کہ ایک دنیاوی لحاظ سے اُمی (ان پڑھ) آدمی ایک ایسی قوم کی کایہ پلٹ دیتا ہے جو جہالت کی تاریکیوں میں پڑی ہوئی تھی، اور پھر اس قوم میں وہ روح پھونک دیتا ہے کہ نسبتاً نہایت مختصر وسائل ہونے کے باوجود دنیا کی عظیم عسکری طاقتیں اس کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتی ہیں۔ چنانچہ ہم پہلے سیرتِ محمدی ﷺ کے مکی دور پر ہی اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں، اس دعا کے ساتھ کہ ہمیں حکمت دین کے کچھ مزید موتی حاصل ہو سکیں۔

مطالعہ قرآن سے ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ نظریہ جس کی طرف تمام انبیاء و رسل (علیہم السلام) نے اپنی اقوام کو بلایا، نظریہ توحید ہی رہا ہے۔ ان کی اس دعوت کو قرآن ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (الاعراف:59) کے الفاظ سے واضح کرتا ہے۔ توحید کیا ہے؟ اس کے لئے سب سے جامع الفاظ وہی ہیں جو ہمیں 'ایمان مجمل' کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں:

((آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ))

"میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے اسماء حسنٰی اور صفات کے حوالے سے ہے اور میں نے اس کے تمام احکامات قبول کئے زبان سے گواہی دے کر اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے"۔

گویا توحید پر ایمان کا مطلب صرف زبان سے "لا الٰہ الا اللہ" کہنا نہیں ہے بلکہ اللہ کو اس کے تمام اسماء و صفات کے ساتھ ماننا ہے، اور پھر اس کے دیئے گئے احکامات کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا ہے۔ توحید کی اس تعریف کو جو کہ امت مسلمہ میں متفق علیہ ہے، اگر نہ سمجھا جائے تو انبیاء و رسل (علیہم السلام) کی دعوت کو سمجھنا ہمارے لئے ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ کسی بھی سابقہ قوم نے مجموعی طور پر کبھی توحید کا کلی انکار نہیں کیا۔ بلکہ توحید کے بیشتر حصے پر تو وہ ایمان رکھتے ہی تھے۔ جھگڑا ہمیشہ چند صفات ہی کا رہا ہے۔ یہ صفات کون سی ہیں؟ تھوڑا سا غور کرنے سے ہم اس نتیجے تک بآسانی پہنچ سکتے ہیں کہ، یہ صفات ہمیشہ وہ رہی ہیں جن سے ہر دور کے حکمران طبقات کو، جو کہ امراء و رؤسا پر مشتمل ہوتے ہیں تحفظات تھے۔ دوسرے الفاظ میں یہ وہ صفات الٰہی ہیں جن کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور سرداری سے ہے۔ مثلاً الملک (بادشاہ)، العزیز (غالب)، المتکبر (بڑائی والا)، الحکم (فیصلہ کرنے والا)، العدل (انصاف کرنے والا)، الکبیر (بہت بڑا)، الحکیم (حکمت والا)، القوی (قوت والا)، مالک الملک (بادشاہی کا مالک)، المقسط (انصاف کرنے والا) چند ایسی صفات ہیں جن کا ماننا اولوالامر کے لئے ہر دور میں مشکل رہا ہے۔ کیونکہ عام طور پر یہی وہ صفات ہیں جن کی براہ راست ضرب ان نظریات پر پڑتی رہی ہے جن پر ان طبقات کی حکمرانی قائم رہی۔ توحید کی ضرب جب ان نظریات پر پڑتی رہی، ان طبقات نے دعوت دین کی شدید مخالفت کی اور دین پر چلنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ قرآن ان طبقات کے ردِ عمل کو کہیں "قال الملا من قومه" اور کہیں "قال الملا الذين كفروا" کے الفاظ سے واضح کرتا ہے۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ توحید کی اس دعوت سے ان طبقات کو کیا خطرہ ہو سکتا تھا؟ رسول تو بس عوام کو بتوں کی پوجا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے روک رہے تھے۔ اگر وہ یہ دعوت پیش کرتے رہتے اور لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہتے رہتے تو بھی ان طبقات کو آخر کیا سروکار ہو سکتا تھا؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں سابقہ ادوار کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی ڈھانچے کو سمجھنا پڑے گا، کہ ان نظامات کے چلانے والے تو وقت کے حکمران ہی ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں جہاں تک بات ہے سیرت مطہرہ کی تو اس سلسلے میں ہمارے پاس تاریخ صحیح کا ایک بیش بہا خزانہ موجود ہے جس پر ہم بعد میں بات کریں گے۔ لیکن سابقہ اقوام کے ضمن میں ٹھیک سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ ان اقوام کے بارے میں صحیح معلومات جو قرآن سے ملتی ہیں، بہت مختصر ہیں، جبکہ سابقہ کتب میں تاریخ کو اتنا مسخ کر دیا گیا ہے کہ ان سے راہنمائی لینا ممکن نہیں۔ بہرحال قرائن سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن قوموں میں بت پرستی عام تھی وہاں، ان بتوں کے مجاوروں کو معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ گویا معاشرتی طبقات میں اونچ نیچ کا نظام ان بتوں سے تعلق کی بنیاد پر ہی قائم تھا۔ پھر ان بتوں کے بارے میں دیو مالائی کہانیاں گھڑ کر ہی حکمران طبقات عوام پر اپنا تسلط قائم رکھتے تھے، گویا کہ اس وقت کی

سیاست کی بنیاد بھی یہ بت ہی تھے۔ پھر ان بتوں پر جو نذر و نیاز ملتی تھی وہ ان حکمران طبقات کی آمدنی کا بھی ذریعہ تھی وغیرہ وغیرہ۔ شاید یہی وجہ ہے جب بھی رسولوںؑ نے عوام کو بت پرستی سے منع کیا، اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو ان طبقات کو اپنی حکمرانی اور مراعات کے چھن جانے کا خطرہ محسوس ہوا۔ پھر کچھ رسولوںؑ نے اپنی قوم کی چند ایسی اخلاقی بیماریوں کے خلاف بھی آواز اٹھائی جن کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ سیدنا شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو کم تولنے سے روکنا اور سیدنا لوط علیہ السلام کا سرعام فحاشی اور فعل بد سے روکنا اسی ضمن میں تھا۔ اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہوئے کہ ان اخلاقی برائیوں کے علاوہ یہ قومیں بت پرستی میں بھی مبتلا تھیں۔ اسی طرح جن قوموں میں حکومت کی باگ ڈور شخص واحد کے پاس تھی مثلاً نمرود اور فرعون، وہاں پر توحید کی دعوت براہ راست ان کی بادشاہی پر حملہ تصور کی گئی اور ان ملوک کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا۔

سیرت مطہرہ کے بغور مطالعہ سے تو مندرجہ بالا حقائق کا ادراک بخوبی ہو جاتا ہے۔ عرب کا معاشرہ بھی ایک بت پرست معاشرہ تھا۔ قریش کو عرب میں جو سیاسی تسلط حاصل تھا اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ قریش کعبے کے متولی تھے جس میں عرب کے بیشتر قبائل کے 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ گویا ان قبائل کے "خدا" قریش کے پاس یرغمال تھے۔ پھر یمن سے شام کے درمیان جو تجارتی گزرگاہیں تھی اُن پر بھی قریش کی اجارہ داری تھی۔ ان راستوں پر شدید بدامنی اور لوٹ مار کی فضا میں بھی قریش کے قافلے بغیر کسی خطرے کے سفر کرتے تھے۔ پھر عرب معاشرے میں طبقاتی تقسیم بھی انہی بتوں کے ساتھ تعلق پر قائم تھی۔ جو جتنا زیادہ ان بتوں کا وفادار تھا اتنا ہی اس کو عزت و وقار حاصل تھا۔ گویا عرب معاشرے کی سیاست، معیشت اور معاشرت کا دارومدار ان بتوں پر ہی تھا۔ اس حقیقت کے ادراک کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ نے توحید کی دعوت پیش کی اور بت پرستی سے اپنی قوم کو روکا، تو قوم کے سرداروں نے آپؐ کی شدید مخالفت کیوں کی۔ ظاہر ہے، ان کو معلوم تھا کہ ان بتوں کو توڑنے سے سارا عرب ان کا دشمن ہو جائے گا، اور ان کی حکمرانی عرب پر سے ختم ہو جائے گی۔

رسولوںؑ کی بنیادی دعوتِ توحید اور پھر اس ضمن میں مکی دور کے اس اہم پہلو پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے تمام رسولوںؑ بشمول رسول اکرم ﷺ نے توحید کی دعوت پیش کرنے میں کسی قسم کا سمجھوتا نہیں کیا۔ خود حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو جب قریش نے دعوتِ توحید سے روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کر کے دیکھ لیا تو وہ سمجھوتے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اسی دور میں نازل ہونے والی سورۂ یونس کی پندرھویں آیت ان کی اس کیفیت کی عکاسی کرتی ہے ﴿ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ﴾ یعنی (اس قرآن کو تو بالائے طاق رکھ دو اور کوئی دوسرا قرآن لاؤ، یا اس میں رد و بدل کر دو) لیکن کیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے کوئی سمجھوتا کیا؟ سیرت گواہ ہے کہ آپؐ نے ایسا نہیں کیا کہ یہ انبیاء و رسل (علیہم السلام) کے شایانِ شان ہی نہیں۔ یہاں تک کہ قریش نے جب ابو طالب کے ذریعے آپ کو اس کام سے روکنا چاہا تو اپنے محبوب چچا کی اس دردمندانہ درخواست پر کہ "مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہو" آپ کا جواب تھا: "چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں کہ میں اس کام کو اس حد تک پہنچائے بغیر چھوڑ دوں کہ یا تو اللہ اسے غالب کر دے یا میں اسی راہ میں فنا ہو جاؤں تو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔" (الرحیق المختوم) کیا خیال ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ قریش کی ان پیشکشوں کو قبول کر لیتے تو دین کے کام میں حائل رکاوٹیں ختم نہ ہو جاتیں؟ قریش تو اللہ تعالیٰ کو زندگی و موت کا خالق، سماعت و بصارت کا مالک، رازق، یہاں تک کہ مدبّر الامر بھی مانتے تھے (سورہ یونس:31) تو کیا رسول اکرم ﷺ اگر نظریۂ توحید کے ان اوصاف کو جو قریش کے نزدیک "متنازعہ" تھے، کچھ عرصے کے لئے "حکمتِ دین" کے تحت پیش کرنے سے اجتناب کرتے تو سارا قریش جو ان کی مخالفت پر تلا ہوا تھا آپ کا ساتھی نہ بن جاتا؟ آپ ان کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تہجد، نوافل، اخلاق حسنہ وغیرہ کی تلقین کرتے رہتے اس امید کے ساتھ کہ جب ان کے دل بدل جائیں گے تو یہ خود ہی بت پرستی سے توبہ کر لیں گے۔ پھر ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے عزیز کم از کم کلمہ طیبہ (محدود نظریہ توحید کے ساتھ ہی سہی) پڑھتے، نماز، روزہ کی پابندی کرتے ہی دنیا سے جاتے اور ان کو اس طرح اپنے ہر دل عزیز چچا کا کفر پر مرنا دیکھنا نہ پڑتا۔ دعوتِ دین بھی قریش کی سرپرستی میں تیزی سے عرب کے قرب و جوار میں پھیلتی اور کسمپرسی کی یہ حالت کہ اپنوں کے مسلسل انکار سے مایوسی اور پھر طائف میں اذیت ناک حالات سے دوچار ہونے جیسے حالات بھی پیش نہ آتے۔ نظریہ توحید میں عارضی طور پر لچک دکھانے کے ساتھ جو حکمتیں مضمر تھیں، یقیناً آپ ﷺ جیسی مدبر اور حکیم ہستی کے مستحضر ہوں گی لیکن نہ تو کی پیغمبرانہ شان ہی نے نظریہ توحید پر سمجھوتا کرنا گوارا کیا اور نہ ہی سورۂ یونس کی پندرھویں آیت: ﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي﴾ یعنی (اے محمد ﷺ) آپ ان سے فرما دیجیے کہ میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کر لوں، کے مصداق ان کے مالک کی یہ مشیت تھی۔ پھر اگر رسول اکرم ﷺ ایسا کر بھی لیتے تو مندرجہ بالا فوائد تو حاصل ہو جاتے مگر غلبہ دین کا مشن جو کہ ان کا مقصد بعثت تھا (سورۃ الصف:9) کبھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچتا۔ عام عرب چاہے دعوت دین میں خواہ آپؐ کا کتنا ہی ساتھ دیتے، سردارانِ قریش کبھی بھی اپنی سرداری کو چھوڑنے اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے پر تیار نہ ہوتے۔ پھر اس سے ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ دین حق کی کٹھن اور دشوار گزار جدوجہد میں درکار ایک مضبوط اور منظم جماعت کی تشکیل کے لیے جن اولوالعزم اراکین کی حضور ﷺ کو ضرورت تھی وہ میسر آ گئے کہ اس وقت حق کی بات کہنا کسی پست ہمت شخص کے بس کی بات نہ تھی۔ یہی حکمتیں تھیں کہ وقتی طور پر چند فوائد حاصل کرنے کی بجائے انبیا و رسل (علیہم السلام) بشمول رسول اکرم ﷺ نے نظریہ توحید پر کسی قسم کا سمجھوتا نہیں کیا، چاہے اس کی زد میں حکمران طبقہ ہی کیوں نہ آتا ہو۔ اس کے نتیجے میں چاہے ان کو مال، جان، عزت، عزیز و اقارب ہی کیوں نہ قربان کرنے پڑے، انہوں نے ان مصائب و آلام کا اولوالعزمی کے ساتھ مقابلہ کیا اور ضرب توحید سے ہر باطل نظریہ کو پاش پاش کرنے کی سعی جاری رکھی۔

سابقہ انبیاء و رسل (علیہم السلام) کی طرح توحید کی ہمہ گیر دعوت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ نے اللہ کی کتاب کے ذریعے سرداران قریش کی اخلاقی بیماریوں پر ان کی پوری گرفت کی۔ بس کتاب اللہ میں اتنا خیال ضرور رکھا گیا کہ اُن کا براہ راست نام لینے کی بجائے ان کے اوصاف سے ان کو مخاطب کیا گیا۔ مندرجہ ذیل آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں:

﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ⑧ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ⑨ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ⑫ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ⑬ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ⑭﴾ (سورۃ القلم)

(باقی صفحہ:13 پر)

کہیں مہلت ختم نہ ہو جائے!

کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ ایک سپریم کورٹ لیول کا جیوڈیشل کمیشن مقرر کیا جائے جو یہ پتہ لگا سکے کہ لال مسجد کا سانحہ کیوں اور کیسے ہوا اور اس کا اصل محرک کون تھا، اور اُسے کڑی سزا ہو، تا کہ آئندہ کبھی یہ سب کچھ نہ ہو سکے

سید خالد سجاد

(سابق چیف انجینئر و پرنسپل واپڈا اسٹاف کالج اسلام آباد)

"اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ" کے آگے الفاظ G.3 رائفل کے برسٹ سے پیروں سے سر تک چھلنی کرتی ہوئی گولیوں کی نذر ہو گئے اور اس مردِ مجاہد کی لاش دیوار کے ساتھ پھسلتی ہوئی زمین پر گر پڑی جس کا سب سے بڑا جرم ملک میں شریعت کے نفاذ کی خواہش کے سوا کچھ نہ تھا اور پاک فوج کے اس جوان نے، جس نے قتل کا یہ کارنامہ انجام دیا تھا، اللہ اکبر کا نعرہ لگانے کے بعد کمرے میں موجود تمام نوجوان، خواتین اور لڑکوں کو بھی ابدی نیند سلا دیا، تا کہ وہ اس گھناؤنی دنیا میں آئندہ کبھی سانس نہ لے سکیں۔ کتنا نیک دل تھا یہ انسان! جس میں 'رحم' کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اُسے یہ قوی اُمید تھی کہ حکومت اس کی اس بہادری کے عوض یقیناً کوئی ایسا تمغہ عطا کرے گی جس کے ساتھ کچھ انعام پیسوں اور زمین کی شکل میں ضرور منسلک ہوگا۔ اپنے ملک کی معصوم بے کس بچیوں پر موت کے ڈر سے اُن کی رحم طلب نگاہوں کو نظر انداز کر کے ان پر گولی چلانا کس قدر مشکل ہوتا ہے، یہ تو وہی جانتا ہے جو یہ کارنامہ سرانجام دے رہا ہو۔ (یہ آنکھوں دیکھا حال صرف ایک تصوراتی خاکہ ہے جس کی افسانے کے سوا کچھ حقیقت نہیں اور اس کا ماخذ مختلف ٹی وی چینلز کا اندازِ بیاں ہے، کیونکہ ان کو بھی خود اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔) اور یہ واقعہ اس وقت ظہور پذیر ہوا، جب مدرسے کے منتظمین وہ معاہدہ قبول کر چکے تھے جس کی رو سے حکومت کو گولہ باری اور فائرنگ بند کر دینی تھی اور اس کے عوض وہ ہر اس شخص کو اپنی تحویل میں لے سکتی تھی جس کے پاس دہشت گردی یا پاکستان کے خلاف کام کرنے کے شواہد موجود ہوں یا اس پر مقدمہ قائم ہو یا وہ غیر ملکی ہوں، جبکہ بقایا کو اپنے گھروں میں جانے کی اجازت ہوتی (یہ کلپنگ جس میں مولانا عبدالرشید غازی اور طارق عزیز کی گفتگو ریکارڈ کی گئی تھی، اگلے دن شام کو Geo Tv پر نشر بھی کر دی گئی)۔

یہ سوال ہر شخص کے ذہن میں ہتھوڑے برسا رہا ہے کہ وہ کیا عوامل تھے جس کے تحت مدرسے کے سینکڑوں طلبہ و طالبات کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ کسی بھی شخص کا خون اتنا ارزاں تو نہیں ہوتا کہ اس کو بغیر کسی عدالتی کارروائی کے بہایا جا سکے۔ اور یہ خود بھی اسی لیے بہایا گیا کہ مدرسے کے بچے کسی اہلِ اقتدار یا اہلِ ثروت طبقے سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔

یہ سوال بھی یقیناً جواب طلب ہے کہ جس جس شخص کا خون بہایا گیا کیا وہ واقعی سزائے موت کا سزاوار تھا، اور وہ کون سا جرم تھا جس پر اتنی سخت سزا دی گئی۔ اور کیا ان لوگوں کو یہ سزا دینے سے پیشتر ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ سے کوئی پروانہ حاصل کیا گیا تھا۔ اور اگر نہیں تو اس کمانڈر کے خلاف جس نے بے دریغ اپنے ہی ملک کے بچوں، بچیوں اور علماء کو تشدد کا نشانہ بنا کر اس طرح فائر کھول دیا جیسے وہ پاکستان میں نہیں بلکہ کارگل کے محاذ پر ہندوستانی فوجیوں سے لڑ رہا ہے، کیا سزا دی گئی یا دی جائے گی اور یا پھر اسے اپنی سزا کے لیے روزِ محشر کا انتظار کرنا پڑے گا۔

یہ تصور ہی ایک عام شخص کے لیے اتنا اذیت ناک ہے کہ جو ملک اسلام کے نام پر لیا گیا ہو وہاں مسلمان ہی کا خون ماورائے عدالت بہایا جا رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ اب ایسا "گناہِ کبیرہ" بن گیا تھا جس کی خواہش رکھنے والا اب القاعدہ، طالبان یا بنیاد پرست کے طور پر لیبل کیا جا سکتا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہماری یہی سوچ پاکستان کو دوبارہ ہندوستان میں ضم کرنے کا باعث بن سکتی ہے، جس کے لیے ہمارے دشمنوں کو اب بہت زیادہ محنت کی ضرورت نہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر پاکستان اپنا تشخص قائم رکھ بھی سکا، تو خدانخواستہ وہ ہندوستان کی ایک ذیلی ریاست نہ بن جائے۔

مملکتِ خداداد پاکستان کے دارالحکومت کے ایک چھوٹے سے مدرسے میں جہاں ملک کے شمالی علاقہ جات، صوبہ سرحد اور پنجاب سے غریب لڑکیاں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے صرف اس امید پر آتی تھیں کہ چونکہ ان کے والدین کو انہیں کھلانے کے لیے رزق، ستر پوشی کے لیے چادریں اور سر چھپانے کے لیے چھت میسر نہیں اور یہاں انہیں یہ اشیاء باعزت طور پر دینی تعلیم کے ساتھ حاصل ہوں گی اور وہ اپنے والدین کی خدمت بھی کر سکیں گی۔ دیکھیں تو سہی، کتنے خود غرض تھے ان کے والدین! اور اس خود غرضی کی سزا اس سے بہتر کیا ہوگی کہ ان کی اولاد کو اس فانی دنیا سے جلد سے جلد رخصت کرنے کے بعد ان کی لاشوں کے نشان تک مٹا دیے جائیں، تا کہ وہ یہ بھول ہی جائیں کہ انہوں نے کبھی کوئی بچہ جنا بھی تھا۔ مدرسے کے منتظمین اتنے بھولے تھے کہ حکومت کے مقابلے میں کھڑے ہو کر مسجدیں شہید کرنے پر بلا ضرورت سخت احتجاج کیا۔ اُن کا عظیم ترین جرم کیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی تھا کہ وہ کچھ لوگوں کے "اغوا" کا باعث بنے اور کچھ عرصے اپنا مہمان بنا کر باعزت طور پر واپس بھی کر دیا۔ کیا ان "اغوا شدگان" پر مدرسے کے لوگوں نے کسی قسم کا تشدد کیا؟ سوائے اس کے کہ انہیں سمجھانے کی کوشش ضرور کی، تا کہ وہ بے حیائی کی زندگی سے اجتناب کریں۔ اپنی طرف سے یہ کی گئی نیکی ان کے گمان میں بھی نہ تھا کہ حکومتِ وقت جس میں سیاسی علماء بھی شامل تھے، اس کی انہیں ایسی عبرتناک سزا دے دی گئی کہ T.V پر آپریشن کے بعض حصے دکھاتے وقت لکھا ہوا آئے گا "کمزور دل حضرات اور بچے یہ پروگرام نہ دیکھیں"۔

اس روح فرسا واقعہ کو عوام کے سامنے پیش کرنے کا سہرا یقیناً میڈیا کے سر ہے اور اس کو سرانجام دینے کا سہرا بلاشبہ ہماری قیادت کے سر، اور وہ لوگ بھی کافی حد تک "مبارکباد" کے مستحق ہیں جو میڈیا کو استعمال کر کے حکومت کو اکساتے رہے، تا کہ وہ جلد از جلد ان معصوم لڑکے، لڑکیوں اور علماء کے خلاف ایسا آپریشن

کرے کہ آئندہ کوئی شریعت نافذ کرنے کا خیال تک دل میں نہ لا سکے۔ اور یقیناً Enlightened Moderation کی راہ میں شریعت نافذ کرنے کا نعرہ ہمیشہ دھمکی کا کام کرتا رہے گا، اس لیے اس سے پیچھا چھڑانا ملک اور عوام کے مفاد میں بہتر تھا۔

ہمارے کچھ سیاسی علماء کرام اور سیاستدانوں کو سلام پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ جو اس تمام دورانیہ میں خاموش رہے، مگر آپریشن ختم ہوتے ہی جنگلی پھولوں کی طرح نمودار ہوگئے۔ کتنے زیرک ہیں یہ لوگ۔ انہیں جو لاشیں مطلوب تھیں وہ حکومت نے مہیا کردیں۔ حکومت تو بیوقوف ہوتی ہے، طاقت کے نشے میں چور ذرا سا چھیڑ دو تو طاقت کا استعمال اس کے لیے مشکل نہیں ہوتا اور لاشوں سے اسے ڈر نہیں لگتا۔ اور ظاہر ہے ان لاشوں میں کسی بڑے سرکاری افسر کا کوئی رشتہ دار یا بلکہ کسی بھی اہل اقتدار یا اہل ثروت کا کوئی عزیز شامل نہیں تھا۔

اور عوام الناس تو بنے ہی اس لیے ہوتے ہیں کہ وہ سیاستدانوں کی سیاست چمکانے کے کام آسکیں اور غریب غربا تو بہرحال خدمت کے لیے ہی پیدا کیے گئے ہوتے ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی ایسی جگہ نہ پیدا کردیتا جہاں اس قسم کے آلام اور تکالیف کبھی چھو کر بھی نہیں گزرتیں۔

اگر ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو ہم سب اپنے آپ کو کسی نہ کسی حد تک ضرور مجرم سمجھیں گے جبکہ پھیلائے گئے پروپیگنڈے کے حوالے سے سطحی طور پر دیکھیں تو صدر مملکت تک اس آپریشن کے خلاف نظر آتے تھے مگر میڈیا پر بے شمار لوگوں کے اکسانے پر اور اس خیال سے کہ کہیں انہیں بزدلی کا طعنہ نہ دیا جا سکے وہ تیار ہوگئے، اسی لیے تو مدرسے کے محصور طالبان کو باہر آنے کا مکمل موقع دے دیا اور سرکار کی طرف سے ہر بچے کے لیے پانچ ہزار کا انعام بھی مقرر فرمادیا۔ ابھی کچھ ہی بچے باہر نکل سکے تھے کہ انہیں گرفتار کرکے جیلوں میں بھیج دیا گیا۔ کیونکہ حکومت کا ایک با اثر طبقہ اور ہی کچھ چاہتا تھا! ان کے وفادار عملے نے یہ پیسے ضائع نہ ہونے دیے اور ان غریب اور معصوم ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا دیں، تاکہ اگر کچھ اور لوگ بھی باہر آنے کے

> **شریعت کے نفاذ کا مطالبہ اب ایسا ''گناہ کبیرہ'' بن گیا تھا جس کی خواہش رکھنے والا اب القائدہ، طالبان یا بنیاد پرست کے طور پر لیبل کیا جا سکتا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہماری یہی سوچ پاکستان کو دوبارہ ہندوستان میں ضم کرنے کا باعث بن سکتی ہے**

خواہشمند ہوں تو اپنا ارادہ ترک کردیں اور اس ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دینا پسند کریں۔

حکومت کی طرف سے طلبہ وطالبات کی مہیا کردہ لاشوں اور مسجد کی بے حرمتی کے نام پر ہمارے سیاسی علماء اور سیاستدان وہ کچھ حاصل کرسکتے تھے، جس کا وہ خواب تو ضرور دیکھتے رہے تھے، مگر حاصل کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔ حالانکہ مولانا رشید غازی کو اگر اس آپریشن سے تین چار مہینے پیشتر گرفتار کرکے سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں پیش کرنے کے بعد صفائی کا موقع دیا جاتا تو شاید بلکہ یقیناً اس المناک حادثہ سے بچا جا سکتا تھا، جس میں مرنے والوں کی اصل تعداد تک کا ابھی تک بھی پتہ نہیں چل سکا۔ مگر اس طرح ہمارے سیاستدانوں اور علماء کے عزائم پر پانی پھر جاتا۔

کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ ایک سپریم کورٹ لیول کا جیوڈیشل کمیشن مقرر کیا جائے جو یہ پتہ لگا سکے کہ یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہوا اور اس کا اصل محرک کون تھا، اور اُسے کڑی سزا ہو، تاکہ آئندہ کبھی یہ سب کچھ نہ ہوسکے، جو کہ نہ صرف قابل نفرت ہے بلکہ اسلامی جمہوریہ کے لیے باعث شرم بھی ہے۔ یہ بھی پتہ لگنا چاہیے کہ اس وقت امریکہ پاکستان میں کس کس کی معرفت اپنی حکومت سرانجام دے رہا ہے یا یہ صرف قیاس آرائی ہے۔

یہ دنیا تو بنائی گئی ہی دنیاداروں کے لیے ہے۔ وہ سیاست دان اور علماء کرام جو حقیقت سے سمجھوتا کرکے دنیاوی عیش و آرام کے متلاشی ہوتے ہیں انہیں وہ سب مل جاتا ہے جس کی وہ آرزو کرتے ہیں۔ حکومت، دولت، طاقت اور حاکمیت! اور جب کسی کو یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو وہ بیوقوف ہوگا جو انہیں کبھی چھوڑنے کا تصور بھی دل میں لائے۔ ہاں مگر اپنی کرسی کی سلامتی کی خاطر اس وقت برائی کو برائی گردانتا ہے جب سب کچھ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

اسلامی تاریخ تو اتنی تابناک ہے کہ ہمارے علماء نے یزید کے ساتھ مل کر نواسۂ رسول ﷺ تک کو شہید کروا دیا۔ کاش ہمارے علماء تاریخ سے کچھ تو سبق سیکھ سکتے اور حکومت کی ہوس کو دل سے نکال سکتے اور آواز اگر اُٹھاتے تو اس وقت جب اس کی ضرورت ہوتی اور وہ گناہ سرزد نہ ہونے دیتے جو ان کی نظروں کے سامنے ہو رہا تھا اور وہ چپ سادھے رہے۔

کیا کوئی بتا سکے گا کہ چار ہزار طلبہ وطالبات کے مدرسے میں کتنے زندہ بچے اور باقی کہاں گئے؟ کتنے لوگوں کی لاشیں مل سکیں اور کتنے لوگوں کے جسم کے پرخچے اڑ گئے؟ اور جب ایک مسلمان حکومت قرآن کریم کے نسخے اور احادیث کی کتب مع لڑکے اور لڑکیوں کے جسم کے اعضاء کو ملبہ کے ڈھیر کے ساتھ گندے نالوں اور کھڈوں میں دفن کررہی تھی، تو کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے اس قوم پر عذاب کب آئے گا، جس کا نشانہ اب ہر کوئی بنے گا اور غالباً وہ وقت بھی اب دور نہیں رہا، کیونکہ ہم نے اب اپنے آپ سے یہ پوچھنا بھی چھوڑ دیا ہے کہ ''کیا ہم واقعی مسلمان ہیں؟''۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سوچتے رہ جائیں اور مہلت ختم ہو جائے۔ زندگی کی ڈور کب کٹ جائے کوئی نہیں جانتا۔ اس مہلت سے فائدہ اُٹھا کر جو اس وقت ہمارے پاس ہے ہم اس غفور ورحیم کے آگے دل سے توبہ کرلیں اور سیدھے راستے کو جو قرآن میں معین کردیا گیا ہے، اپنا لیں تو کوئی بعید نہیں معافی مل جائے۔ جو گناہ پردے میں کیا گیا ہو تو معافی بھی پردے میں مانگی جا سکتی ہے لیکن جو گناہ پوری قوم کے سامنے کیا گیا ہو تو کرنے والے کے ساتھ پوری قوم بھی مجرم ہو جاتی ہے اور اس کی توبہ سب کو اپنے سربراہ کے ساتھ مانگنی پڑے گی اور خون بہا بھی ادا کرنا پڑے گا۔ یہی ایک راستہ ہے عذاب سے بچنے کا۔ صرف سچے دل سے مانگی توبہ ہی انسان میں انسانیت بیدار کرسکتی ہے۔

جلدی کیجئے! نہ جانے کب یہ مہلت ختم ہو جائے اور ہم صدیوں پر محیط تاریک رات میں گم ہو جائیں، کیونکہ ہمارا ورق، کتاب زندگی سے پھٹ چکا ہوگا اور جب جاگیں گے اس وقت ہمارا اعمال نامہ ہمارے ہاتھ میں ہوگا اور ہم کچھ بھی کرنے سے قاصر ہوں گے اور نہ ہی کوئی توبہ کام آسکے گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بے گناہوں اور معصوموں کے قتل کے اس گھناؤنے جرم پر ان سب لوگوں کی سزا اسی وقت سے شروع ہو جائے جب لوگ ان کی قبر پر مٹی ڈال کر واپس جا رہے ہوں گے اور ظاہر ہے موت کے بعد کی سزا و جزا سب کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس حال میں کوئی بھی دعائے مغفرت کام نہ آسکے گی، تو کیوں نہ اس مہلت سے ابھی فائدہ اُٹھا لیا جائے تاکہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچا جا سکے، لیکن توبہ کی توفیق بھی صرف خوش قسمت لوگوں کو ہی حاصل ہوتی ہے!

ترجمہ: محمد فہیم

طالبان دشمنی کی اصل بنیادیں

> طالبان نے کابل میں وزارتیں مختلف النسل گروہوں میں تقسیم کی تھیں۔ کبھی پہلے ایسا نہیں ہوا تھا کہ پکتیا پر جو پختون اکثریتی صوبہ تھا، کسی بیرونی شخصیت کا اقتدار رہا ہو، جبکہ طالبان دور میں یہاں پر بدخشانی فارسی خواں اس صوبے کا گورنر رہا

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

سیاسی وجوہات کے پیشِ نظر امریکی اہلکار مسلسل یہ دعویٰ کرتے آئے کہ افغانستان پر حملہ کی وجہ دہشت گردی تھی، اسلام نہیں تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امریکی میڈیا، اکیڈیمیا اور سیاسی تجزیہ نگاروں نے طالبان اور عسکریت پسند اسلام کو ہمیشہ اکٹھے رکھ کر بیان کرنے کا طریقہ اپنایا۔ یہ دراصل اسلام خائف طبقہ کے ذہنوں کی پیداوار تھی جو ''سرخ بلا'' (کمیونزم) کی جگہ در آئی تھی۔

افغانستان میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے لیے انسانی حقوق اور جمہوریت کبھی بھی ترجیح اول نہ تھیں۔ اصل ترجیح ایک اسلامی ماڈل کے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے اس کی بالادستی کو لاحق متوقع خطرہ کا تدارک تھا۔ دہشت گردی پر مذاکرے تو دُنیا کو اصل ایشو سے ہٹانے کے لیے ہیں۔ طاقتور امریکہ دُنیا پر اپنا غلبہ جاری رکھنا چاہتا ہے اور اس حالت کو برقرار رکھنے (Status quo) کے لیے وہ جو حربے استعمال کر رہا ہے اس میں ایک ریاست کو دوسرے کے خلاف اکسانا اور رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا جیسی حرکات شامل ہیں۔ اس کی یہ چالیں اکثر مسلم دُنیا میں چل رہی ہیں۔

طالبان کے ساتھ دشمنی کا اصل سبب یہ ہوا کہ وہ کرزئی کی طرح غیر مشروط طور پر امریکہ کے سماجی، سیاسی اور سیکولر نظام کا حصہ بننے پر تیار نہیں تھے، اور نہ اس کے ساتھ ہمدردی اور مدد کے روادار تھے۔ کرزئی کے آقاؤں کے زیر قبضہ کابل کے اس چھوٹے سے رقبہ میں عصمت فروشی، شراب نوشی اور سور کا گوشت کھانے کا عام چلن تھا۔

طالبان سمجھتے تھے کہ امریکہ یہ تمام حربے بطور ہتھیار اسلام کے خلاف ہی استعمال کر رہا ہے۔ طالبان اس پر بالکل تیار نہ تھے کہ وہ آزاد خیالی (لبرل ازم) اور جدیدیت (ماڈرن ازم) کے نام پر مسلمانوں اور دوسروں کے درمیان امتیازی روایات اور نشانات کو بالکل ختم کریں۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ایسے غیر اہل افراد اور گروہوں کو اسلام کے نمائندوں کی حیثیت سے متعارف کروایا، جو اسلامی اقدار سے روگردان منحرفین کا ایک ٹولہ تھا جو امکانی طور پر مذہب کا بھی منکر تھا۔ ایسے لوگوں کے اہلیت کو جانچنے کے لیے کسی قاعدہ قانون کو بروئے کار نہیں لایا گیا۔ کیوں کہ مقصد ہی یہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے دین اور طرز زندگی کے متعلق ریب وتشکیک کا شکار کیا جائے۔ ان خود ساختہ آزاد خیالوں اور بزعم خود اعتدال پسندوں نے اسلامی شریعہ کو بہت ہی دور از کار، غیر متعلقہ، آمرانہ، بہت ہی سخت اور بہت تنگ داماں گردانا۔ ہم جنس پرست کھلے طور پر اسلامی ریفارمر (اصلاح) کے مدعی بن گئے۔ ایک ایسے فکر کی تشہیر کی گئی کہ ایسے لوگ بھی مسلمان ہو سکتے ہیں جو حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر نہیں مانتے یا ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے یا ایسے جو علانیہ شرک کے مرتکب ہو چکے ہوں۔ دوسری طرف کوششیں تیز کردی گئیں کہ ایسے حوالوں کو جو بالقوہ ''جارحانہ'' ہو سکتے ہیں، اپنی گفتگوؤں اور زبانوں سے نکال باہر کیا جائے جیسے مدرسہ، مدارس، جہاد، انحراف، عدم یقین، انکار، بے عقیدہ اور خصوصی طور پر ایسے الفاظ جو عربی زبان سے تعلق رکھتے ہوں، جیسے کافر، کفر، بدعت وغیرہ۔ اس دوران عالم یا لیڈر کے لیے معیارات کو بھی بدل دیا گیا۔ اس بات پر اصرار کیا گیا کہ اصل عالم فاضل تو سیاستدان، سائنسدان، ڈاکٹرز، وکلاء، انجینئر اور فن تعمیر کے ماہرین اور حقوق نوجوانان کے لیے کام کرنے والے لوگ ہی ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ معاشرہ میں مذہبی علماء کے کردار کا استخفاف کیا جائے اور مذہبی علوم کی تنگی داماں کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے، تاکہ یہ لوگوں کے لیے کم پُرکشش ہو سکیں۔ طالبان کے ہٹانے کے ساتھ ان اقدامات کو مزید تقویت ملی ہے۔

ایسے بیانات جیسے ''طالبان اسلام پر عمل پیرا نہیں'' یا یہ کہ ''طالبان درحقیقت مسلمان نہیں'' سے کارل انڈر فرتھ اور اس جیسے دیگر امریکی ذمہ داران کی منشا یہ تھی کہ ایسی کیفیت پیدا کریں کہ لوگ اسلام کو ایک قومی یا نسلی قسم کی کوئی شے دیکھنے لگیں، یا زیادہ صحیح یہ کہ ایک ایسے نئے مذہب کو جنم دیا جائے جسے درحقیقت اسلام نہیں کہا جا سکتا ہو۔ اس اسلام کی حقیقت ایسی ہو کہ وہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی بے انصافیوں اور دوہرے معیارات کے لیے کوئی چیلنج ثابت نہ ہو سکے، یا یہ اسلام ایسا دکھائی نہ دے کہ وہ قریب الاختتام اس مغربی جمہوریت، سرمایہ داریت اور اس کے متعلقات کے لیے ایک زندۂ جاوید متبادل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

9/11 سے ایک سال پہلے امریکی نائب وزیر خارجہ کارل انڈر فرتھ نے یکم ستمبر 2000ء کو وائس آف امریکہ کو بتایا ''پاکستان میں جو اسلام مروج ہے وہ نہیں جو افغانستان میں ہے''۔ فرتھ کا طریقۂ واردات دوسرے اسلام خائف (اسلام مخالف) لوگوں جیسا تھا، جو مسلمانوں کو اس قسم کے بیانات کی بنیاد پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں، ''عسکری اسلام اور ماڈریٹ اسلام میں فرق ہے۔'' یہ

> **امریکی ذمہ داران کی منشا یہ تھی کہ ایسے نئے اسلام کو جنم دیا جائے**
>
> **جو امریکہ کی بے انصافیوں اور دوہرے معیارات کے لیے کوئی چیلنج نہ بن سکے**

صورت حال مشرف اور دوسرے بہت سارے عناصر سے پہلے کی تھی، جبکہ 9/11 کے بعد وہ ''ماڈریٹس'' کے روپ میں ''روشن خیال اعتدال پسندی''

> **طالبان کے ساتھ دشمنی کا اصل سبب یہ ہوا کہ وہ کرزئی کی طرح امریکہ کے سماجی، سیاسی اور سیکولر نظام کا حصہ بننے پر تیار نہیں تھے، اور نہ اس کے ساتھ ہمدردی اور مدد کے روادار تھے**

(Enlightened Moderation) کا ورد کرتے ہوئے، 2004ء کے دوران کثیر تعداد میں نمودار ہوئے۔ سرسری علم اور بد باطن ایجنڈا کے حامل امریکی زعماء اسلام اور مسلمانوں کے لیے خود تراشیدہ اقسام وانواع کی تشریح کرنے میں منہمک ہو گئے تھے، تاکہ وہ ان 'اصطلاحات' کو بقیہ دُنیا کے سامنے قانونی اور جائز تصریحات کے طور پر پیش کر سکیں گے، گو ان کی ان تصریحات کے نہ اسلامی علوم کی ڈکشنری میں معنی ملتے تھے اور نہ ہی یہ مسلمانوں کے نزدیک معروف اور صحیح تصریحات ہو سکتی تھیں۔

ان بیانات سے امریکی رہنما ''ایک پنتھ دو کاج'' والا مفاد حاصل کرنا چاہتے تھے، یعنی ان حتمی اور بے بنیاد اصطلاحات (جیسے ''Militent Islam'') کو منوا سکیں اور ساتھ ہی طالبان کا ایک غیر حقیقی خوف پیدا کر کے ان کے خلاف پابندیوں کو جاری رکھنے اور ان کو تسلیم نہ کرنے کی پالیسی کو دوام بخشا جائے اور اسی طرح حملہ اور قبضہ کے لیے دروازہ کھلا رکھا جائے۔ ضرورت ہے کہ ہم انڈر فرتھ کے بیانات کے دونوں پہلوؤں پر نظر رکھیں، تاکہ ایک کھلا تجزیہ کیا جا سکے جس سے پتہ لگ سکے کہ طالبان کو کس طریقہ سے آہستہ آہستہ کمزور کیا گیا اور اصل مسائل اور ایشوز کو دبا کر رکھا گیا۔

طالبان مخالف امریکی پروپیگنڈا کے برعکس ایک غیر جانبدار مبصر کے لیے افغانستان میں ایک ہفتہ کے قیام کا جو نتیجہ نکلا ہے، وہ یہی بتاتا ہے کہ طالبان اور ان کی حکومت سے جو شدید خوف کی کیفیت محسوس کی جاتی ہے اس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ یہ ایک ایسی ڈس انفارمیشن (Disinformation) ہے جس کی بنیاد حقائق کے توڑ مروڑ، نیم سچ اور مکمل کذب بیانی پر استوار کی گئی ہے۔ اس غلط بیانی کی بنیاد پر کہ افغانستان اور پاکستان کے اسلام میں فرق کی وجہ سے نہیں بلکہ دیگر وجوہات کی بنا پر امریکہ اور اس کے اتحادی طالبان حکومت کو تسلیم کرنے سے انکاری تھے۔ امریکی پروپیگنڈا کو زائل کرنے کے لیے طالبان حکومت کو تسلیم کرنے کے حق میں بہت زیادہ ٹھوس حقائق موجود تھے۔ طالبان کی واپسی ایسے حالات میں ہوئی جب امریکی مالی امداد حاصل کرنے والے وارلارڈز کے ہاتھوں قتل وغارت، آبروریزی اور نسل کشی کا بازار گرم تھا۔ ایسے میں طالبان کی آمد ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھی گئی اور اسے بڑی گرم جوشی اور تعاون کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ طالبان نے وہ کچھ کر دیا جس کے لیے افغانی گزشتہ کئی سالوں سے ترس رہے تھے یعنی قانون کی عملداری، نظم ونسق اور جان ومال کا تحفظ۔

ایک بہانہ یہ تراشا گیا ہے کہ طالبان کی حکومت کو اس لیے تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ وسیع البنیاد حکومت نہیں تھی۔ تو یہ بات پبلک ریکارڈ پر ہے کہ امریکہ اور اقوام متحدہ کی طرف سے سابق افغان حکومت میں سے کوئی بھی وسیع البنیاد حکومت نہیں تھی۔ جس کو بھی طالبان کا صحیح علم ہے وہ جانتے ہیں کہ کابل میں وزارتیں مختلف النسل گروہوں میں تقسیم کی گئی تھیں۔ منصوبہ بندی، وزارت تعلیم اور سماجی بہبود کی وزارتیں بدخشانی فارسی خواں اقلیت کے ہاتھ میں تھیں۔ کبھی پہلے ایسا نہیں ہوا تھا کہ پکتیا پر جو پختون اکثریتی صوبہ تھا، کسی بیرونی شخصیت کا اقتدار رہا ہو، جبکہ طالبان دور میں یہاں پر بدخشانی فارسی خواں اس صوبے کا گورنر رہا۔ اسی نسلی اقلیت کو فوج کی انفنٹری ڈویژن کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، جس میں شیعوں پر مشتمل ڈویژن بھی شامل تھا۔ وہ سنیوں کے ساتھ مل کر شانہ بشانہ ان طالبان مخالف عناصر کے خلاف لڑتے تھے جن کو بیرونی امداد حاصل تھی۔

طالبان حکومت نے ہر ایک اقلیت کو شریک اقتدار کیا تھا۔ اس کے باوجود کہ اس طرح کے نام نہاد الیکشن بالکل نہیں ہوئے تھے جو امریکہ کے زیر تسلط افغانستان میں اب ہو رہے ہیں۔ طالبان اپنے درمیان جن لوگوں کو نہیں چاہتے تھے وہ سابقہ کمیونسٹ اور نام نہاد آزاد خیال تھے، جو سابقہ بادشاہ ظاہر شاہ کو دوبارہ اقتدار میں لانا چاہتے تھے۔ افغانستان کو اس وقت کم از کم شہنشاہیت کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی بجائے اسے ایک مضبوط اور منظم حکومت کی ضرورت تھی جو امن وامان اور نظم ونسق کو برقرار رکھ سکتی اور یہی چیز طالبان نے قائم کر رکھی تھی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اس کے اتحادی اس ہدف کو گزشتہ چار سالوں کے دوران حاصل نہ کر سکے۔ اگرچہ طالبان حکومت کمزوریوں اور خامیوں سے خالی نہیں تھی مگر اسے تسلیم کرنا اسلام کے قیام کے لئے جدوجہد کو تسلیم کرنے کے مترادف مانا جاتا۔ طالبان کے ظہور سے پہلے افغانستان میں صورت حال کوسوو سے بھی بدتر تھی اور ان سرتاپا مسلح گروہوں اور عوام کو غیر مسلح کرنے کے لیے سنجیدہ اقدامات کی ضرورت تھی۔ نیٹو افواج کوسوو میں وہی کام کر رہی ہیں۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے برعکس طالبان نے یہی کام افغانستان میں نہایت کامیابی سے سرانجام دیا۔ (جاری ہے)

بقیہ: ضربِ توحید اور سیرتِ محمدیؐ کا مکی دور

''تو تم جھٹلانے والوں کا کہنا نہ ماننا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔ اور اس شخص کے کہنے میں نہ آنا جو بات بات میں قسم کھاتا ہے، آبرو باختہ ہے، طاعن ہے، چغلیاں کھاتا ہے، لوگوں کو اچھے کاموں سے روکتا ہے، حد سے بڑھ گیا ہے، بدکار ہے، تندخو ہے اور ان سب باتوں کے ساتھ بدذات ہے۔ اس لیے کہ وہ مالدار اور لڑکوں والا ہے۔''

﴿كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯﴾ (سورۃ العلق)

''وہ سن رکھے کہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو کہ جھوٹے اور خطاکار ہے''۔

سورۃ المدثر میں فرمایا:

﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ⑪ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ⑫ وَبَنِينَ شُهُودًا ⑬ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ⑭ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ⑮ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ⑯﴾ (سورۃ المدثر)

''ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو، جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا اور مال کثیر دیا اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے دیئے اور ہر طرح کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔''

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ⑲﴾ (سورۃ الانبیاء)

''بلاشبہ تم اور جن چیزوں کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو، سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔''

(جاری ہے)

☆☆☆

عارضی گھر سے مستقل گھر کی طرف

لخت جگر کی رخصتی کے موقع پر ایک باپ کی بیٹی کو نصیحتیں

یہ دنیا عارضی ہے۔ آخرت حقیقی اور دائمی گھر ہے۔ دنیا سے رخصت ہوئے بغیر آخرت میں داخلہ ممکن نہیں۔ لہٰذا سب کو یہاں سے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار خواتین و حضرات کے لیے یہ تجربہ انوکھا اور منفرد تو ہوتا ہے مگر اللہ کی رحمت کے بھروسے پر قابل برداشت حد تک ہی حیران کن ہوتا ہے۔

اسی روانگی کا ایک منظر کم و بیش ہر گھر میں جوان بیٹی کی شادی کے موقع پر گھر سے رخصتی کا ہے۔ دین سے دوری کے باعث عام طور ہمارے ہاں یہ منظر بڑا المناک اور کلیجہ شق کرنے والا ہوتا ہے، مگر ایمان ذرا پختہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہو تو پھر یہ والدین کے گھر سے روانگی اور دوسرے گھر میں مستقل آبادی دنیا سے آخرت کی روانگی کا منظر پیش کرتی ہے اور اہل ایمان کے لیے یہ موقع خوش گوار مسرت کا باعث بنتا ہے۔ اس موقع پر ایک باپ کی طرف سے بیٹی کے نام چند نصیحتیں درج کی جا رہی ہیں جو دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بیٹیوں کے علاوہ بیٹوں کے لیے بھی یکساں مفید ہیں۔

پیاری بیٹی! ابھی کل ہی کی تو بات ہے، جب تم میرے آنگن میں پھول بن کر کھلی تھی۔ اللہ جانتا ہے، میں نے تمہاری آمد پر رحیم و کریم مولیٰ کا خوب شکر ادا کیا تھا۔ بیٹی رحمت ہوتی ہے، زحمت نہیں ہوتی۔ اپنا ہی نہیں والدین کا بھی رزق لے کر آتی ہے۔ تمہاری ولادت کے بعد میں نے اپنے رزق میں برکت کے آثار دیکھے۔ تمہاری کلکاریاں، فرمائشیں، روٹھ جانا اور خوش ہو جانا، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اللہ نے خاص کرم کیا کہ تمہیں ایسا ماحول ملا جس میں تم نے اپنی توتلی زبان سے کلمہ اور نماز سیکھ لی، پھر قرآن کی صورت میں سب سے قیمتی خزانے کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ اس کے بعد فہم قرآن اور حدیث و فقہ کی تعلیم بھی اللہ نے آسان کر دی اور آج میں تمہارے حوالے سے ایک اور ذمہ داری سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔

قدرتی طور پر مجھے اس اہم فریضہ کی ادائیگی پر خوش ہونا چاہیے، لیکن اس خوشی پر غم کے سیاہ بادل چھا گئے ہیں۔ اس لیے کہ اپنے جگر گوشہ کو جدا کرنا آسان نہیں ہے۔ جب سے رخصتی کی تاریخ طے ہوئی ہے، شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو جب میری آنکھیں نمناک نہ ہوئی ہوں۔ جی چاہتا تھا کہ نجی زندگی کے بارے میں تمہیں کچھ سمجھاؤں، لیکن میں نے جب بھی بولنا چاہا میری زبان تالو سے چپک کر رہ گئی۔ آج میں اسی تحریر کے ذریعے اپنے جذبات تم تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ تم ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھو گی اور ہر جملے کو حرز جاں بنا کر رکھو گی۔

پیاری بیٹی! ہم کمزوروں اور نااہلوں پر اللہ تعالیٰ کے اس قدر احسانات ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک اس کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ قرآن کریم اور خاتم الرسل ﷺ کی غلامی کی نعمت کو بھی ہم ایمان ہی میں شمار کرتے ہیں۔ جتنی بڑی نعمت ہوتی ہے اتنے ہی اہتمام کے ساتھ اس کی حفاظت بھی کی جاتی ہے۔ نعمتِ ایمان کی قدر اور حفاظت میں بھی کوتاہی نہ کرنا۔

> گھروں کے اجڑنے اور باہمی تنازعات کے اسباب کا جائزہ لیا جائے
> تو ان میں ستر فیصد زبان کا غلط استعمال ہی کارفرما دکھائی دے گا
> اسی لیے زبانِ نبوت نے فرمایا ہے: "جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا"

سیدنا ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی: "اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین اسلام منتخب کر لیا ہے۔ پس تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔" یہی وصیت میں تمہیں کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ ہم کو ایمان کی یہ عظیم ترین نعمت اور اس کی عظمت کا احساس اپنی نسلوں میں منتقل کرنا ہے۔

میری لخت جگر! زندگی بھر صبر و شکر کو اپنا شعار بنائے رکھنا۔ دو ہی قسم کے حالات انسان کو پیش آتے ہیں: یا طبیعت کے موافق یا مخالف۔ حالات موافق ہوں تو شکر کیا جاتا ہے، مخالف ہوں تو صبر کیا جاتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہر کام انسان کی مرضی کے موافق ہو جائے۔ وہ انسان کبھی پریشان نہیں ہوتا جو صبر و شکر کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدھا ایمان صبر میں اور آدھا ایمان شکر میں رکھا ہے۔ انسان بھول بھلکو بھی ہے اور جلد باز بھی۔ ہزاروں احسانات کو لمحوں میں فراموش کر دیتا ہے اور ذرا سی تکلیف میں جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ بیٹی، تم ایسا نہ کرنا۔

پیاری بیٹی! میں طویل تجربات اور مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمام اخلاق و صفات میں سب سے اعلیٰ صفت "اعتدال" ہے۔ امت اسلامیہ کی وجہ فضیلت بھی اعتدال ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اعتدال کا وصف بہت نمایاں تھا۔ اعتدال ہر شعبے میں مطلوب ہے۔ دین و دنیا جسم اور روح کے تقاضوں اور عملی زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال ضروری ہے۔ ایسی دینداری ہرگز مطلوب نہیں جو رہبانیت تک پہنچا دے اور یہ بھی جائز نہیں کہ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی سوچ اور اس کے علم و عمل کا مقصد دنیا بن کر رہ جائے۔ ہر وقت جسم کی بناوٹ و سجاوٹ اور اسے لذت و راحت پہنچانے والے کاموں میں لگے رہنا بھی جائز نہیں اور اسے میلا کچیلا رکھنا یا ناحق اذیت دینا بھی غلط ہے۔

بیوی کی حیثیت سے عورت پر حدود کے اندر رہتے ہوئے بناؤ سنگھار کرنا لازم ہے۔ جو عورت زیبائش و آرائش سے غفلت اختیار کرتی ہے وہ اپنے شوہر کا ایک حق تلف کرتی ہے، اور حقیقت میں خود اپنے ساتھ زیادتی کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سفر سے واپس تشریف

لاتے تو اتنی دیر پہلے اپنے آنے کی اطلاع دے دیتے تھے کہ گھر والوں کو اپنی صفائی ستھرائی کا وقت مل جائے۔

عزیزہ من! زبان، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اس کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ گوشت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں متضاد تاثیرات اللہ نے جمع کر دی ہیں۔ یہ ٹکڑا آگ بھڑکا بھی سکتا ہے اور بجھا بھی سکتا ہے۔ کانٹوں کی فصل بھی اگا سکتا ہے اور گل و لالہ سے بھی چمن زار کو مہکا سکتا ہے۔ دلوں کو جوڑ بھی سکتا ہے اور دوریاں بھی پیدا کر سکتا ہے۔ زبان کے شر سے صرف وہی بچ سکتا ہے جو اسے شریعت کی لگام ڈال دیتا ہے، اسے وہاں استعمال کرتا ہے جہاں استعمال کرنے سے کسی دنیوی یا اُخروی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ گھروں کے اجڑنے اور باہمی تنازعات کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو ان میں ستر فیصد زبان کا غلط استعمال ہی کار فرما دکھائی دے گا۔ اسی لیے زبانِ نبوت نے فرمایا ہے: ''جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔'' ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا: ''میں اس شخص کے لیے جنت کے ماحول میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے دستبردار ہو جائے اور اس شخص کے لیے جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں جو مذاق میں بھی جھوٹ سے بچتا ہو اور اس کے لیے جنت کے بلند درجات میں ٹھکانے کی ضمانت دیتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔'' میری ناقص سوچ یہ ہے کہ اگر صرف اسی ایک حدیث پر عمل ہو جائے تو بہت سارے تنازعات ختم ہو سکتے ہیں۔

پیاری بیٹی! آج کے دور کا المیہ یہ ہے کہ ہر شخص کو محض اپنے حقوق کی فکر ہے، اپنے فرائض کا ذرا احساس نہیں۔ یہی چیز بے شمار شکووں، شکایتوں، رنجشوں اور لڑائیوں کی وجہ ہے۔ شوہر ہو یا بیوی، مالک ہو یا مزدور، حاکم ہو یا رعایا، والدین ہوں یا اولاد، بڑے ہوں یا چھوٹے، ان کی اکثریت کج فکری کی بنا پر ہی ایک دوسرے سے رنجیدہ رہتی ہے۔ اگر اس کے برعکس یہ سوچ بن جائے کہ اپنے فرائض کو زیادہ اہمیت دی جائے اور حقوق کے بارے میں احسان و ایثار کا رویہ اختیار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تو یقینی ہے، دوسرا فریق بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ وہ خواہ کتنا ہی سنگدل کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن اس کا ضمیر اسے ضرور ملامت کرے گا کہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جو محض اعلیٰ ظرفی کی بنا پر مسلسل حق تلفی پر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ میری نصیحت ہے کہ تم حقوق سے زیادہ فرائض کی فکر کرنا۔

جانِ جگر! وسوسہ اور وہم پرستی کی بیماری ہمارے دور میں متعدی صورت اختیار کر چکی ہے۔ یہ بیماری دسیوں بیماریوں کی ماں ہے۔ جعلی عاملوں کے آستانے اسی بیماری میں مبتلا لوگوں کی وجہ سے آباد ہیں۔ وساوس کی ہولناکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی آخری سورت میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کرنے کے بعد وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ وسوسہ اندازی کرنے والے جنات بھی ہو سکتے ہیں اور انسان بھی۔ تم ایسے لوگوں سے، خواتین ہمجولیوں اور پڑوسیوں سے چوکنی ہو کر رہنا۔ میں نے کئی گھرانے بدگمانی، وساوس اور اوہام پرستی کی وجہ سے تباہ ہوتے دیکھے ہیں۔ بیماری ہو یا کاروبار کی بندش یا گھریلو چپقلش ہو اس میں کسی نند، پڑوسن، ساس اور بھاوج کے عملیات کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے۔ ذاتِ باری پر یقین مضبوط رکھنا۔ اس کی مشیت نہ ہو تو بڑے سے بڑا ساحر اور عامل کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ راہِ زندگی میں خدانخواستہ کوئی مشکل یا پریشانی پیش آ جائے تو غنی اور مغنی کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا: ''اے فقیر کے رب! میری یہ پریشانی دور فرما دے۔'' ہاں قسم کھا کے کہتا ہوں میں اور میرے جیسے سارے انسان فقیر ہیں اور غنی صرف ایک ہے۔ تمہارے پاس مشکلات کی جھاڑیاں صاف کرنے کے لیے سب سے مؤثر ہتھیار دعا ہے۔ اس ہتھیار کو کبھی کند نہ ہونے دینا۔

یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے علم و عمل پر کبھی گھمنڈ نہ کرنا۔ ہمارے خالق کو تواضع پسند ہے۔ صاحبِ علم کو تو دوسروں سے زیادہ متواضع ہونا چاہیے، اس لیے کہ پھلدار ٹہنیاں ہمیشہ جھکی ہوتی ہیں۔ اہل تواضع کو رفعتوں اور عظمتوں سے نوازا جاتا ہے اور متکبرین دنیا اور آخرت میں رسوا ہوتے ہیں۔ ان حافظات اور عالمات کو علم کی روح نصیب نہیں ہوتی جو بحر علم سے چند قطرے پینے کے بعد بدہضمی کا شکار ہو جاتی ہیں اور ہر کسی کو نظر حقارت سے دیکھنے لگتی ہیں۔

بیٹی! مجھے معلوم ہے کہ آج شادیوں میں کیسا دھوم دھڑکا ہوتا ہے۔ جہیز کی نمائش کی جاتی ہے۔ قدم قدم پر دکھاوا ہوتا ہے۔ منگنی، مہندی، بارات، سلامیوں اور دیگر رسموں پر لاکھوں روپیہ اڑا دیا جاتا ہے۔ تم اگر ایسی شادیاں دیکھو تو احساس کمتری کا شکار نہ ہونا، اپنے آقا ﷺ کی بیٹیوں اور ازواج مطہرات کی سادگی کی یاد رکھنا۔ میں اپنے مولیٰ کا کس زبان سے شکر ادا کروں کہ میں نے اِدھر اُدھر سے اصرار کے باوجود حتی الامکان سادگی کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ میں تمہیں جہیز میں بہت زیادہ مادی اسباب نہیں دے سکا، لیکن میں تمہیں گھر سے رخصت کرتے وقت قرآن اور تفسیر قرآن ہدیہ کرتا ہوں۔ اسلاف سے منقول ہے کہ وہ بیٹی کو فہم قرآن کا ملکہ اور نسخہ قرآن دینے والے کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اس نے اپنی بیٹی کو کائنات کی سب سے بڑی نعمت دے دی۔ اپنے کمزور اور شکستہ والد کی جانب سے تمہیں یہ بے مثال ہدیہ مبارک ہو۔

والسلام

تمہارا دردمند شفیق باپ

> میری لختِ جگر! زندگی بھر صبر و شکر کو اپنا شعار بنائے رکھنا۔
> دو ہی قسم کے حالات انسان کو پیش آتے ہیں: یا طبیعت کے موافق یا مخالف
> حالات موافق ہوں تو شکر کیا جاتا ہے، مخالف ہوں تو صبر کیا جاتا ہے

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❁ نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I،II،III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لیے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

ہم سب کا امتحان

حامد میر

تیزی کے ساتھ بدلتا ہوا پاکستان امتحان کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ امتحان صرف ایک فرد، ایک جماعت، ایک ادارے یا ایک طبقے کا نہیں بلکہ ہر پاکستانی کا ہے۔ این آر او کیس میں سپریم کورٹ نے تفصیلی فیصلہ جاری کر دیا ہے اور اب آئینی طور پر حکومت اس فیصلے پر عملدرآمد کی پابند ہے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ حکومت فیصلے پر مکمل عملدرآمد سے گریز کرے گی اور سپریم کورٹ کے ساتھ محاذ آرائی کی صورتحال پیدا کرے گی۔ یہ صورتحال ہم سب کا امتحان ہوگی اور اس امتحان میں ہمیں صرف اور صرف سچ بولنا ہے، سچ لکھنا ہے اور سچائی کا ساتھ دینا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سچ کبھی کسی حکمران اور کبھی کسی منصف کی طبیعت پر گراں گزرے لیکن ہمیں کسی فرد یا ادارے کی پسند کا سچ نہیں بولنا، کسی پر اپنے تقویٰ کا رعب نہیں ڈالنا اور خبط عظمت میں مبتلا ہو کر معاملات کو الجھانا نہیں بلکہ سلجھانا ہے۔ این آر او کیس میں سپریم کورٹ کے تفصیلی فیصلے کی عبارت مجھے ایک پرانی روایت یاد دلا رہی ہے۔ روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی ایک زرہ گم ہوگئی۔ ایک دن آپ نے وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی تو اسے کہا کہ یہ میری زرہ ہے اسے واپس کرو۔ یہودی نے وقت کے حکمران کا دعویٰ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ فیصلہ تو عدالت ہی کرے گی کہ زرہ میری ہے یا آپ کی۔ فیصلے کے لئے حضرت علیؓ اور مذکورہ یہودی نے وقت کے قاضی سے رابطہ کیا۔ قاضی کی عدالت میں یہودی نے زرہ پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دیا۔ قاضی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ وہ اپنے دعوے کے حق میں گواہ پیش کریں۔ حضرت علیؓ نے اپنے ایک غلام قنبر اور بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو عدالت میں بطور گواہ پیش کر دیا۔ قاضی نے قنبر کی گواہی قبول کر لی لیکن بیٹوں کی گواہی قبول نہ کی۔ حضرت علیؓ نے قاضی کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی کہ حسنؓ اور حسینؓ جنت کے سردار ہیں۔ قاضی نے کہا کہ آپؓ درست فرماتے ہیں لیکن باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی اور اس نے یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔ زرہ یہودی کو مل گئی لیکن یہودی حیران تھا کہ ایک مسلمان قاضی نے اپنے وقت کے خلیفہ کے مقابلے پر یہودی کے حق میں فیصلہ سنایا اور خلیفہ نے بلاچون و چرا قبول کر لیا۔ اس نے حضرت علیؓ کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا کہ یہ زرہ واقعی آپ کی ہے، یہ آپ کی اونٹنی سے گر گئی تھی اور میں نے اٹھالی تھی مجھے معاف کر دیجئے۔ اس یہودی نے زرہ حضرت علیؓ کو واپس کی اور مسلمان ہوگیا۔

این آر او کیس میں سپریم کورٹ کے فیصلے کی عبارت ہمیں یاد دلا رہی ہے کہ عدالت کے سامنے سب برابر ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے میں فلپائن کے سابق ڈکٹیٹر فرڈیننڈ مارکوس اور نائیجیریا کے آنجہانی ڈکٹیٹر سانی اباچا کا ذکر آیا ہے جن کا اقتدار ختم ہونے کے بعد سوئس بینکوں سے ان کی دولت واپس لائی گئی تھی۔ مارکوس 1965ء تک اقتدار میں رہا۔ 1972ء سے 1981ء تک اس نے فلپائن میں مارشل لاء لگائے رکھا۔ 1983ء میں اس نے اپنے ایک سیاسی مخالف مسٹر اکینو کو منیلا ایئرپورٹ پر قتل کر دیا اور یہی اس کے زوال کا آغاز تھا۔ سانی اباچا بھی ایک فوجی ڈکٹیٹر تھا جس نے 1993ء سے 1998ء کے دوران خوب لوٹ مار کی۔ اباچا ایک دن ایوان صدر میں بیٹھے بیٹھے انتقال کر گیا۔ اس کی موت کے بعد اس کے سات بیٹوں اور تین بیٹیوں نے غیر ملکی بینکوں میں موجود ایک ارب ڈالر نائیجیریا کی نئی حکومت کو واپس کر دیئے۔ سپریم کورٹ نے مارکوس اور اباچا کی مثال اس تناظر میں دی ہے کہ ماضی قریب میں کئی ممالک کی حکومتوں نے غیر ملکی بینکوں سے لوٹی ہوئی رقم واپس حاصل کر لی لیکن پیپلز پارٹی کی قیادت ان مثالوں کو مختلف تناظر میں دیکھ رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کی قیادت کا خیال ہے کہ سوئس عدالتوں میں دائر مقدمات دراصل محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف دائر کئے گئے تھے۔ وہ مرکزی ملزمہ تھیں اور آصف علی زرداری ہمراہی ملزم تھے۔ مارکوس، اباچا اور بے نظیر بھٹو میں بہت فرق ہے۔ وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کہتے ہیں کہ کچھ لوگ محترمہ بے نظیر بھٹو کی زندگی میں ان کے خلاف الزامات کو سچا ثابت نہ کرسکے تو یہ لوگ محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد گڑھی خدابخش میں ان کی قبر کا ٹرائل کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم کسی کو اپنے شہیدوں کا ٹرائل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

بابر اعوان کی گفتگو سے واضح ہے کہ حکومت صرف سپریم کورٹ نہیں بلکہ ہر اس ادارے اور جماعت کے ساتھ لڑائی کرے گی جو سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد کی حمایت کرے گا۔ خدشہ ہے کہ آنے والے دنوں میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) میں بھی کشیدگی بڑھے گی۔ بابر اعوان کہتے ہیں کہ سوئس عدالتوں میں نواز شریف دور کے اٹارنی جنرل چودھری فاروق کے خط پر مقدمات دائر ہوئے تھے۔ چودھری فاروق مسلم لیگ (ن) کے ایم این اے اسد الرحمٰن اور جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کے بھائی تھے۔ پیپلز پارٹی محاذ آرائی کو بڑھانے کے لئے مطالبہ کرے گی کہ سپریم کورٹ مہران بینک اسکینڈل کیس میں جسٹس سعید الزماں صدیقی کے لکھے ہوئے فیصلے کا اعلان کرے اور نواز شریف کو بھی نااہل قرار دے، 3 نومبر 2007ء کو ایمرجنسی کے خلاف دیئے گئے حکم امتناعی کی خلاف ورزی کرنے والے تمام کور کمانڈروں اور سرکاری افسران کے خلاف بھی کارروائی کرے اور ایسی صورتحال پیدا ہونے کا خدشہ ہے جو ہمارے دشمنوں کے لئے بہت اطمینان طلب ہوگی۔ اس صورتحال سے بچنے کے لئے صدر آصف علی زرداری سے گزارش ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد کا راستہ نکالیں اور سپریم کورٹ سے گزارش ہے کہ کسی فرد یا جماعت کو یہ کہنے کا موقع نہ دیا جائے کہ عدالتوں کا زور صرف مخصوص سیاستدانوں پر چلتا ہے، ماضی کے ڈکٹیٹروں کے غیر آئینی اقدامات کا ساتھ دینے والی سیاسی اور غیر سیاسی شخصیات کو للکارتے وقت کسی کو اسلامی تاریخ کے واقعات اور حضرت علامہ اقبالؒ کے اشعار یاد نہیں آتے۔ سچ تو یہ ہے کہ سوئس بینکوں میں اگر آصف زرداری کی رقم موجود ہے تو ضرور واپس لائی جائے، پاکستانی مارکوس پرویز مشرف کو بھی واپس لا کر اس کا ٹرائل کیا جائے اور اس کے قومی جرائم میں شریک ان افراد کو بھی عدالتوں میں طلب کیا جائے جو آج بھی سیاستدانوں سے زیادہ طاقتور تصور کئے جاتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ”جنگ“)

گوجر خان میں نقباء کی تربیت گاہ کا انعقاد

مرکز تنظیم اسلامی کی جانب سے گوجر خان میں مبتدی و نقباء تربیت گاہ کا انعقاد کیا گیا۔ جمعہ کے دن عصر کے وقت سے شروع ہونے والی یہ تربیت گاہ اتوار کو نماز ظہر پر ختم ہوئی۔ اس دوران امیر محترم حافظ عاکف سعید، ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی، ڈاکٹر عبدالسمیع، برادرم اویس چیمہ اور نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی نے وقتاً فوقتاً ہماری رہنمائی فرمائی۔ راقم خود بھی ایک نقیب کی حیثیت سے تربیت گاہ میں شریک تھا۔ تقریباً تمام عنوانات پر سیر حاصل گفتگوئیں اور مذاکرے ہوئے۔ تمام شرکاء کو اپنی رائے کا اظہار کرنے اور اشکالات کو دور کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ بہت سی تجاویز بھی زیر غور آئیں۔ مرکزی امراء کی موجودگی میں بھی ماحول انتہائی دوستانہ رہا۔ بزرگ رفقاء کا برتاؤ انتہائی مشفقانہ اور نوجوان رفقاء کا انتہائی مؤدبانہ رہا۔ غرضیکہ تربیت گاہ ہر لحاظ سے ایک مثالی اور انتہائی مفید رہی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو کچھ اس تربیت گاہ میں سیکھا، پڑھا، دیکھا اور جو وقت گزارا اس کو غلبۂ دین کی اس جدوجہد کے لئے ممد و معاون بنادے اور ہماری کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

(رپورٹ: محمد احمد بلال)

تنظیم اسلامی دیربالا کے زیر اہتمام شب بیداری

19 اور 20 دسمبر 2009ء کی درمیانی شب تنظیم اسلامی دیربالا کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام میں رفقاء نے مختلف موضوعات پر گفتگو کیں۔ گل حلیم نے مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق بیان کیے۔ اُسرہ امریکس کے نقیب منظور احمد نے دین کے قیام کے لیے صحابہ کرام کی قربانیوں کا ذکر کیا۔ ملتزم رفیق محمد حنیف نے حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کا ایمان افروز بیان کیا۔ راقم الحروف نے توبہ کی فضیلت پر گفتگو کی۔

اس کے بعد باہمی مشاورت سے چکیاتن کی جامع مسجد میں حلقہ قرآنی کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے ممتاز بخت صاحب کے ساتھ فون پر بات کی گئی۔ ساتھ ہی شالیمار مسجد میں 27 دسمبر کو ایک فہم دین پروگرام کے انعقاد کا فیصلہ ہوا۔ نیز پروگرام میں موجود تمام رفقاء نے تنظیم کے لیے اپنا انفاق بڑھانے کا عہد کیا۔ اختتامی دعا کے بعد رات 10 بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: لائق سید)

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام امریکی جارحیت کے خلاف احتجاجی ریلی

25 دسمبر 2009ء کو گوجر خان کی تنظیم شرقی و غربی نے وطن عزیز میں امریکہ کی بڑھتی ہوئی مداخلت کے خلاف بعد از نماز جمعہ العابد مسجد سے ایک پرامن ریلی نکالی۔ ریلی میں رفقاء کی کثیر تعداد کے علاوہ احباب نے بھی شرکت کی۔ شرکاء نے پلے کارڈز، جھنڈے اور بینرز اُٹھا رکھے تھے، جن پر حکومت کی امریکہ نواز پالیسی اور امریکی مداخلت کے خلاف نعرے درج تھے۔ ریلی کے ساتھ ساتھ کچھ رفقاء سڑک کے دونوں طرف اور مارکیٹوں میں ہینڈ بل بھی تقسیم کرتے رہے۔ یہ ریلی گیٹ انڈر پاس پر پہنچ کر ایک جلسے کی شکل اختیار کر گئی۔ جہاں پر امیر تنظیم گوجر خان غربی حافظ ندیم مجید نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں امریکہ کی خفیہ ایجنسیوں کے سبب دہشت گردی کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ ملک دشمن ایجنسیوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ بدامنی و انتشار کی آگ پر قابو پانے کے لیے پہلا لازمی قدم یہ ہے کہ امریکی مداخلت کا راستہ روکا جائے۔ امریکی ایجنسیوں کو لگام دی جائے اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ امیر حلقہ مشتاق حسین نے کہا کہ امریکہ کی دوستی سے اُس کی دشمنی بہتر ہے۔ امریکہ نے پاکستان کو روس کے خلاف استعمال کیا۔ تب روس کے خلاف لڑنے والے مجاہد تھے، مگر آج جبکہ افغانستان پر امریکہ نے یلغار کی تو اُس کے خلاف مزاحمت کرنے والے دہشت گرد ٹھہرے ہیں۔ احمد بلال ایڈووکیٹ نے کہا کہ حکمرانوں نے امریکی ڈکٹیشن پر اپنے ہی شہریوں پر آگ و خون کا طوفان مسلط کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا، مگر افسوس کہ 62 سال سے ہم اللہ اور محمد عربیؐ کے قانون اور نظام سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ جب تک اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ نہیں ہوگا، ہم مسائل اور مصائب کے گرداب سے نہیں نکل سکیں گے۔ آخر میں امیر حلقہ مشتاق حسین نے اجتماعی دعا کرائی اور اس کے ساتھ ہی یہ ریلی اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ: مشتاق حسین)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے اُسرہ لودھی کالونی کا دعوتی اجتماع

25 دسمبر 2009ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی ملتان کے اسرہ لودھی کالونی کی طرف سے رفیق تنظیم شہزاد احمد کی رہائش گاہ پر ایک دعوتی اجتماع منعقد کیا گیا۔ شہزاد احمد نے رفقاء تنظیم کے علاوہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو مدعو کر رکھا تھا۔ اجتماع کا آغاز مغرب سے کچھ دیر بعد ہوا۔ مقامی امیر تنظیم جام عابد حسین نے کلمہ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے کے عنوان پر درس قرآن دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کلمہ پڑھنے کی وجہ سے مسلمان کہلاتے ہیں اور اسی کلمہ کی بدولت ہمیں اللہ نے عظیم امت بنایا ہے۔ ہم چنیدہ امت ہیں۔ اگرچہ امت محمدیہ میں شامل ہونے کی بنا پر ہمارا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے تاہم ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہماری ذمہ داریاں بھی بہت بھاری ہیں، جن کی ادائیگی کی فکر ضروری ہے۔ آخر میں انہوں نے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف کروایا اور حاضرین کو دعوت دی کہ وہ فریضہ اقامت دین کی ادائیگی کے لیے تنظیم اسلامی کے دست و بازو بنیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کے قیام کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالیں۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی، اور تنظیمی لٹریچر ''تنظیم اسلامی ایک نظر میں'' اور ''دینی فرائض کا جامع تصور'' شرکاء میں تقسیم کیا گیا۔ آخر میں حاضرین کی پھلوں اور چائے سے تواضع کی گئی۔ اس پروگرام میں 12 رفقاء اور 25 احباب شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس دعوتی اجتماع کے شرکاء اور انتظامیہ کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین (رپورٹ: ناصر انیس خان)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کی ماہانہ شب بیداری

26 اور 27 دسمبر 2009ء کی درمیانی شب تنظیم اسلامی ملتان شہر کی ماہانہ شب بیداری قرآن اکیڈمی ملتان میں منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ افتتاحی کلمات مقامی امیر تنظیم جام عابد حسین نے ادا کیے۔ اس کے بعد نقیب اسرہ کینٹ سلیم اختر نے درس قرآن دیا، جس کا عنوان ''قرآن سے دوری'' تھا۔ انہوں نے سورۃ الانبیاء اور سورۃ الاعراف کے حوالے سے مسلمانوں کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ بعد نماز عشاء نقیب اسرہ نشتر ہسپتال ڈاکٹر ارسلان نواز نے ''قرب الٰہی کے دو مراتب'' کے عنوان سے درس حدیث دیا۔ انہوں نے فرائض اور نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ آخر میں نقیب اسرہ لودھی کالونی مرزا قمر بیگ نے رفیق اور نقیب کے فرائض اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی اور اپنے اسرہ کے تحت ہونے والے پروگراموں کی وضاحت کی۔ مبتدی نصاب پر مذاکرہ، تنظیمی لٹریچر، اذکار مسنونہ، سیرت صحابہؓ اور حالات حاضرہ کے پروگرام کس انداز سے پیش کیے جائیں، اس پر انہوں نے سیر حاصل بحث کی۔ انہوں نے کہا کہ رفقاء میں تنظیمی فکر کی پختگی کی کمی ہے، جس کے لیے انہیں زیادہ سے زیادہ لٹریچر کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے رفقاء

پرزور دیا کہ وہ رات کو سوتے وقت اپنا محاسبہ کریں کہ آج کے دن ہم نے اللہ کے دین کے لیے کیا کام کیا ہے۔ آخر میں اجتماعی کھانا ہوا۔ اس پروگرام میں 40 رفقاء اور 20 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: ناصر انیس خان)

اُسرہ ملتان کینٹ کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

2 جنوری 2010ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب حلقہ پنجاب جنوبی کے اُسرہ ملتان کینٹ کے تحت ماہانہ شب بیداری پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ بعد ازاں نقیب اسرہ ملتان کینٹ نے منہج انقلاب نبویؐ کی وضاحت کی۔ انقلاب نبویؐ کے مراحل اور لوازم کو بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دُنیا کے دوسرے انقلابات سے انقلاب محمدیؐ اس اعتبار سے خاص طور پر مختلف ہے کہ دوسرے دنیوی انقلابات کے نظریات انسانوں کے ذہن کی پیداوار تھے، مثلاً اشتراکی انقلاب کا فلسفہ کارل مارکس کے ذہن کی اختراع تھا، انقلاب فرانس کا فلسفہ والٹئر، روسو اور دیگر مفکرین کے ذہنوں کی تخلیق تھا۔ مگر اسلامی انقلاب کا فلسفہ اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ ہے، جو وحی کے ذریعے حضرت محمدﷺ کو عطا ہوا۔ آپ کا آلۂ انقلاب قرآن مجید تھا۔ اسی کے ذریعے آپؐ نے دعوت و تبلیغ، تبشیر و انذار اور تذکیر و نصیحت کی۔ انہوں نے کہا کہ آج بھی انقلاب اسلامی کے لیے نبویؐ طریقہ ہی کارگر ہوسکتا ہے۔ بعد نماز عشاء رفیق تنظیم عدنان قریشی نے درس حدیث دیا۔ نبیل احمد نے آداب زندگی کا مطالعہ کرایا۔

پروگرام کے آخری حصہ میں اسرہ لودھی کالونی ملتان شہر کے نقیب مرزا قمر انیس نے نظم جماعت اور تنظیمی ذمہ داریوں پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دین اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ یہ ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ تنظیم اسلامی اجتماعی طور پر اسی فرض کی ادائیگی کے لیے کوشاں ہے۔ انہوں نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ اس فرض کی ادائیگی کے لیے تنظیم اسلامی کے دست وبازو بنیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے نفاذ کی جدوجہد میں شامل ہوں۔ اسی صورت میں ہم روز قیامت اللہ کے سامنے اپنی معذرت پیش کر سکتے ہیں۔ رات نو بجے اجتماعی کھانا کے بعد رفقاء واحباب اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اس پروگرام میں 12 رفقاء اور 40 احباب شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس چھوٹی سی کوشش کو قبول فرمائے اور مزید ہمت عطا فرمائے۔ آمین (رپورٹ: عدنان قریشی)

ماہانہ درس قرآن اسرہ غازی پور

حال ہی میں حلقہ جنوبی پنجاب میں ایک منفرد اسرہ ''غازی پور'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ غازی پور میں ایک منفرد رفیق مولانا محمد بلال کی کوششوں سے عرصہ 4 ماہ سے ماہانہ درس قرآن کا حلقہ قائم ہے، جس میں ملتان سے امیر تنظیم اسلامی نیو ملتان انجینئر محمد عطاء اللہ خان ہر ماہ باقاعدگی سے درس دینے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ درس میں منتخب نصاب بیان کیا جارہا ہے۔ 3 جنوری 2010ء بروز اتوار قاضی سعید احمد کی جامع مسجد میں درس قرآن کا پروگرام ہوا۔ جس میں 6 رفقاء اور 18 احباب نے شرکت کی۔ درس میں ''حقیقت شرک'' کا موضوع بیان ہوا۔ دورانیہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ رہا۔ درس کے اختتام پر سوالات کے جوابات بھی دیے گئے۔

(مرتب: قاضی محمد اسلم)

سکھر شہر میں امریکی جارحیت کے خلاف مظاہرہ

3 جنوری 2010ء کو سکھر میں تنظیم اسلامی سکھر کے زیر اہتمام ملک میں امریکی مداخلت اور جارحیت کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرہ میں شرکت کے لیے تمام تنظیم، اسرہ جات اور منفرد رفقاء کو خط کے ذریعے مطلع کیا گیا اور فون کے ذریعہ بھی رفقاء سے آخری دن تک رابطہ رہا۔ تمام رفقاء وقت مقررہ پر حلقہ کے مرکز پہنچے۔ یہاں حلقہ کی شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا اور مہمانوں کو دوپہر کا کھانا کھلایا گیا، اور نماز ظہر ادا کی گئی۔ 2 بجے رفقاء و احباب مظاہرہ کے لیے تنظیم کے مرکز سے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ مظاہرہ کا مرکز گھنٹہ گھر تھا۔ رفقاء قافلہ کی شکل میں سفید جامع مسجد سے گھنٹہ گھر روانہ ہوئے۔ گھنٹہ گھر پہنچ کر مظاہرین کچھ وقت تک بینرز اور ٹی بورڈ ہاتھوں میں تھامے خاموش کھڑے رہے۔ اس دوران چند رفقاء ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے۔

مظاہرہ میں امیر حلقہ بالائی سندھ جناب غلام محمد سومرو نے خطاب کرتے ہوئے حکومتِ وقت سے مطالبہ کیا کہ وہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ سے بلا تاخیر علیحدگی اختیار کرے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جنگ امریکا کی دوستی اور خوشنودی کی خاطر لڑی جارہی ہے، حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ امریکہ کی دوستی اُس کی دشمنی سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ ہے۔ امریکی اتحاد سے علیحدگی ہمارے دین وایمان کا اولین تقاضا ہے۔ مظاہرین سے پروفیسر سجاد منصور احمد، صادق سومرو، چودھری محمد نعیم اور حافظ ثناء اللہ نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے مسلمانان پاکستان سے اپیل کی کہ وہ اپنے اصل دشمن کو پہچانیں اور اجتماعی کوششوں کے ذریعہ اس شیطان بزرگ (امریکا) کے ناپاک عزائم کو ناکام بنادیں اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب ہم دین پر عمل پیرا ہو کر اللہ کی مدد حاصل کریں۔ قبل از نماز عصر امیر حلقہ کی اجتماعی دعا کے ساتھ یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ مظاہرہ میں 40 رفقاء شریک ہوئے۔ امیر حلقہ نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا کہ وہ سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر مظاہرہ میں شریک ہوئے۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے زیر اہتمام فہم القرآن کورس

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے تحت رواں ماہ جنوری میں دو مقامات پر فہم القرآن کلاس کا آغاز کیا گیا۔ یہ کلاسز 4 جنوری کو شباب گارڈن ہائی سکول اور مرکز گڑھی شاہو میں شروع ہوئیں۔ ان کلاسز کی تشہیر کے لیے قبل ازیں مقامی تنظیم کی سطح پر 2000 ہزار پوسٹر دیواروں پر آویزاں کیے گئے اور 8000 ہزار ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ علاوہ ازیں 3 جنوری بروز اتوار میرج لانئرز شالیمار میں اس سلسلہ میں ایک خصوصی دعوتی پروگرام ہوا، جس میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے مفصل خطاب کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے قرآن کے مقاصد اور اس کو سمجھنے کے اصول بیان کیے۔ پروگرام کے بعد احباب نے بڑی تعداد میں ڈاکٹر صاحب کی کتابیں اور CD's خریدیں۔ اس پروگرام میں 400 مرد اور 50 خواتین نے شرکت کی۔ پروگرام کے آخر میں اگلے روز ہونے والی دونوں کلاسوں کا تعارف کرایا گیا۔ 4 جنوری کو جب کورس کا آغاز ہوا تو الشباب گارڈن ہائی سکول میں 50 مرد اور خواتین نے جبکہ مرکز گڑھی شاہو میں 15 مرد اور 8 خواتین نے کورس میں داخلہ لیا۔

اس پروگرام کے لیے رفقاء نے جس طرح مقامی امیر کے ساتھ مل کر گلی گلی پوسٹر اور بینرز لگائے اور محنت کی، وہ قابل تحسین ہے۔ اللہ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور توشۂ آخرت بنادے۔ (رپورٹ: حمزہ لیاقت علی)

دعائے مغفرت

- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم قرآن اکیڈمی کے مبتدی رفیق جناب محمد سعید احمد کی والدہ وفات پاگئیں
- تنظیم اسلامی لاہور شرقی اسرہ گرین ٹاؤن کے رفیق انور علی وفات پاگئے

قارئین اور رفقاء واحباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

Nation, reported on December 9 that two vehicles were stopped attempting to enter the restricted area of Lahore Cantonment late at night. The occupants were Americans who refused to show their identity papers or allow the police to search their vehicles. Officials from the US Consulate finally arrived at the scene to get the vehicles and their occupants freed. There is widespread belief that these were Blackwater mercenaries.

Thousands of Blackwater operatives (the organization has now renamed itself Xe Service to hide the criminal past associated with its former name) have descended on Pakistan. They carry prohibited weapons and on numerous occasions have been arrested by the police in suspicious circumstances only to be released on orders of Pakistani government officials. The US embassy in Islamabad has also hired a large number of retired army officers that act like warlords, trying to browbeat the police into submission. Poorly paid and lacking motivation, the police are easily intimidated by ex-army officers who throw their weight about driving in expensive, American-provided vehicles.

Last November, a plane load of Blackwater mercenaries arrived in Pakistan and were immediately whisked through Islamabad International Airport without going through immigration and customs formalities, according to officials at the airport quoted by The Nation newspaper (November 4, 2009). "We had instructions to allow the foreigners entry without custom procedure," officials on duty at Islamabad airport said. Blackwater mercenaries have operated in Pakistan for many years. On several occasions Pakistani police have arrested them at odd hours near Pakistan's nuclear sites or other sensitive installations. Every time ex-army officers working for the US embassy have intervened to secure their release. These former military officers and a long list of bureaucrats, journalists and politicians are on the US embassy payroll and are working directly against the interests of Pakistan.

Former Chief of Army Staff Mirza Aslam Baig has gone so far as to accuse the former military dictator Pervez Musharraf of being complicit in Blackwater crimes. General Baig has said it was Musharraf who gave these mercenaries the green light to carry out terrorist operations in Islamabad, Rawalpindi, Peshawar and Quetta. The current civilian rulers, led by Asif Ali Zardari, a venal character and a notorious crook, are in no position to say no to the Americans. Mark Mazzetti of the New York Times reported on August 29, 2009 that the CIA hired these mercenaries for targeted assassinations in Iraq, Afghanistan and Pakistan as early as 2004. Following a particularly gruesome episode in Baghdad in 2007 in which 17 Iraqis were murdered in cold blood, the Iraqi regime refused to grant the company an "operating license." In a joint piece in the New York Times on December 11, Mazzetti and James Risen shed light on the tight relationship between the CIA and Blackwater. Hired for security duties, Blackwater operatives have indulged in wanton killings in Iraq. In Pakistan, the US hired them for illegal drone attacks as well as targeted killings.

(to be continued)

تنظیمی اطلاع

حلقہ بہاولنگر کی مقامی تنظیم بہاولپور میں امیر کی تقرری

حلقہ بہاولپور ر بہاولنگر نے مقامی تنظیم بہاولپور میں تقرر امیر کے لیے اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 جنوری 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب ذوالفقار علی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

Zafar Bangash

US PUSHING PAKISTAN INTO THE ABYSS OF OBLIVION - I

We are supposed to hate suicide bombers, those grotesque creatures hell-bent on killing innocent people because of their "demented ideology". There is no shortage of experts delivering sermons from every pulpit pontificating on the evils of terrorism. Government officials and their media sycophants join in this chorus but few bother to ask whence these hateful creatures came? There were no suicide bombers in Pakistan or Afghanistan a mere five years ago. What happened during this period to give birth to the phenomenon of suicide bombings is a question that must be addressed in earnest.

No problem can be tackled or solved properly without understanding its genesis, the circumstances surrounding its emergence and factors that feed its growth. Equally important is the fact that if a particular approach fails to solve the problem, alternatives must be explored.

Pakistan is rapidly hurtling into the abyss of oblivion. Hardly a day passes by without a bomb explosion or suicide bombing in some part of the country. What possible excuse could there be for the murderous attack on a masjid as happened on December 4 that killed more than 40 people in Rawalpindi, we are asked. The coordinated attack by suicide bombers followed by armed men shooting worshippers during Friday prayers when the masjid was full was particularly gruesome. Among those killed were a major general, a brigadier, a colonel, two lieutenant colonels and two majors. Seventeen children were also killed.

Four days later (December 8), the Moon Market in Iqbal Town, Lahore was bombed when it was full of shoppers; 43 people died in that carnage. On December 9, the Inter-Services Intelligence (ISI) offices in Multan were attacked. Unable to enter the building, the attackers detonated their lethal wares in the nearby building where families of ISI officials live. The car bombing left 12 dead and scores injured. Many more such attacks will occur in the days to come if past experience is anything to go by. The brief hiatus during Eid al-Adha celebrations has been shattered with far greater bloodletting.

Theories abound about the identity of the perpetrators: Taliban, Indian agents, American agents, Afghan agents, Blackwater mercenaries and Mossad. The list is endless. All of them may be involved but how has this situation evolved? Why were there no suicide bombers a mere five years ago; what circumstances led to their emergence and who else is fishing in the troubled waters of Pakistan? Is the US a friend or foe? The people of Pakistan know the answer but Pakistani elites continue to harbor illusions about America's friendship and believe it wants to help Pakistan — presumably over a cliff.

Immediately after the Moon Market bombing in Lahore, Pakistani Interior Minister Rehman Malik said the government had evidence that weapons were being smuggled from Afghanistan. Perhaps! Lahore Police Chief, Pervez Rathore said India was involved. This may also be true. The Lahore daily, The